ماہنامہ

فیصل آباد پاکستان

مِلّیَّة

محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

بمطابق نومبر، دسمبر 2012ء

www.milliafsd.com

كلمة الحبيب

- ملالہ پر حملہ! ایک نیا ڈرامہ

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

- محرم الحرام اور یوم عاشورا
- مناقب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
- حادثہ کربلا امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ
- عظمت صحابہ کرامؓ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحُسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سیرگاہ
اُن خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزُر گئی پھُولوں کو کیا ہُوا
گُلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھُلے ہُوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شِمرِ لعیں کا ذِکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خُدا کے مرگ شعاروں کی بات کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ
مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

محرم الحرام ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9
بمطابق
نومبر، دسمبر 2012ء شمارہ نمبر 1

فہرست مضامین

كلمة الحبيب

- ملالہ پر حملہ! ایک نیا ڈرامہ — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — 2
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — 9
- محرم الحرام اور یوم عاشورا — 22
- مناقب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ — 27
- حادثہ کربلا — امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ — 34
- شیخ الاسلام ابوعلی حسین بن علی جعفیؒ — 42
- عظمت صحابہ کرامؓ — 43
- بچوں کے صفحات — 47

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض
حضرت سید نفیس الحسینیؒ
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر
حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے
ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد
Decl No. 3483-85

كلمة الحبيب

ملالہ پر حملہ! ایک نیا ڈرامہ

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

گزشتہ ماہ سوات میں ایک چودہ سالہ لڑکی پر سکول وین میں حملہ کیا گیا، جس میں وہ زخمی ہوگئی، پھر اُسے فوجی ہیلی کاپٹر میں ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا، اور پھر وہاں سے سپیشل جہاز میں برطانیہ کے شہر برمنگھم کے ایک بڑے ہسپتال میں علاج کے لئے داخل کرادیا گیا، اب تک وہ وہیں پر ہے۔ اس لڑکی کا نام ملالہ یوسف زئی بتایا جاتا ہے۔ اس کا دادا دیندار آدمی تھا، مگر اس کا باپ سیکولر نظریات کا نکلا، باپ بیٹے میں اسی بنیاد پر علیحدگی ہوگئی۔ ملالہ کی تربیت اُنہیں سیکولر نظریات پر ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب سوات میں فوجی آپریشن ہوا (جس میں لاکھوں افراد بے گھر ہوگئے، سینکڑوں مارے گئے) تو بقول نیویارک ٹائمز اس آپریشن کے لیے ملالہ نے زور دیا تھا۔ ملالہ کا تعلق غیر ملکی ایجنسیوں خصوصاً امریکی نمائندوں سے تھا، اس نے اس سلسلہ میں امریکی نمائندوں سے بھی ملاقات کی تھی، جس کی تصویریں مختلف اخبارات اور ٹی وی پر دکھائی جا چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر حملہ کے بعد دنیا بھر میں شور اُٹھا، اس شور میں امریکی صدر اُوباما، امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن، برطانیہ، یورپ اور مسلمان بادشاہوں اور وزراءِ اعظم یہاں تک کہ اقوام متحدہ اور نیٹو کے سیکرٹریوں اور ہمارے ملک کی سیکولر سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کی پُرزور آوازیں بھی شامل ہیں۔

ملالہ یوسف زئی نامی لڑکی پر اگر واقعی حملہ ہوا ہے تو یہ ایک معمول کا واقعہ ہے۔ جس ملک میں روزانہ بچیوں کو اغوا کیا جاتا ہو، جہاں روزانہ زناء بالجبر کے واقعات ہوتے ہوں، جس ملک میں عورتوں کے چہروں پر تیزآب پھینک دیا جاتا ہو، جس ملک میں بہنوں کی شادی قرآن سے محض اس لئے کردی جاتی ہو کہ وراثت میں اس کو حق نہ دینا پڑ جائے، جہاں روزانہ خودکُش حملوں میں بچوں کے پرخچے اُڑا

دیئے جاتے ہوں، وہاں ملالہ نامی لڑکی پر حملہ ایک معمول نہیں بلکہ معمولی سی کارروائی ہی سمجھا جائے گا۔ مگر قربان جایئے ہمارے میڈیا ٹرائل پر کہ اس نے اس واقعہ کو اسطرح سے اُٹھایا جیسے کہ کوئی قیامت آ گئی ہو، یا اس سے پہلے اس جیسا واقعہ کبھی نہ ہوا ہو۔ اور ہمارا ملک امن کا گہوارہ ہو۔

بچیاں سب کی برابرا ہوتی ہیں، چاہے اپنی ہوں یا پرئی۔ ان پر کوئی بھی کسی طرح کا حملہ کرے وہ قابل مذمت ہے۔ مگر جس انداز سے ملالہ پر حملہ کو ہوا دی گئی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچی کوئی اہم تھی یا کسی منصوبے کا حصہ تھی۔ اور پھر ہمارے ٹی، وی اداکار (جو کہ اپنے اپنے پروگراموں میں مداریوں کی طرح دانشوروں کے حلقے لگاتے ہیں) نے اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لیے دور کی وہ وہ کوڑی لائے کہ عقل پر سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا، یا محض ایک ڈرامہ تھا جو کہ کامیاب طریقہ سے پیش کر دیا گیا۔ جس طرح اس سے پہلے بھی سوات کی ایک لڑکی پر کوڑے مارنے کی ایک جعلی وڈیو فلم بنا کر ڈرامہ کیا گیا تھا اور پھر اس کو سوات پر آپریشن کا بہانہ بنایا گیا تھا، بالکل اُسی طرح ملالہ پر اس حملہ کی ذمہ داری طالبان نامی تنظیم سے جوڑ دی گئی، اور پھر اس کو وزیرستان پر حملے کا جواز بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کا مخبر پکّا ہے، جو خبر بھی دیتا ہے اس میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا کہ میری بیوی بیوہ ہو گئی، دوست نے کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ بیوی کے بیوہ ہونے کا مطلب خاند کا فوت ہو جانا ہے، جبکہ تم ابھی زندہ ہو۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو مجھے معلونہیں البتہ اتنا مجھے معلوم ہے کہ میرا مخبر پکّا ہے کبھی غلط نہیں کہتا۔

ملالہ کے واقعہ کا مخبر کون ہے؟ وہ ہیں ہمارے ملک کے وزیر داخلہ جناب رحمٰن ملک صاحب۔ یہ شخص جو صادق اور امین نہیں ہے، رحمان ملک کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ سپریم کورٹ نے دے دیا۔ ہمارے ملک میں کوئی صادق اور امین ہے بھی؟ دکھی دل سے لکھ رہا ہوں کہ کوئی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ سپریم کورٹ نے پرویز اشرف کو بھی بددیانت اور نالائق قرار دیا، مگر اسے وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی صادق اور امین نہیں۔ صادق اور امین کا لفظ اسلیئے بھی پسند نہیں آیا کہ یہ ہمارے آقا و مولا رحمت عالم رسول کریم ﷺ کا لقب تھا۔ جو انہیں اپنے لوگوں کی طرف سے دیا گیا۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑی کی دوسری طرف ایک لشکر تم پر حملہ کرنے

والا ہے تو کیا تم مان لو گے؟ ۔تو لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ صادق اور امین ہیں، ہم کیوں نہیں مانیں گے۔ جبکہ ہماری حکومت کی صداقت کا یہ حال ہے کہ یہ لوگ کب سے پُکار رہے ہیں کہ پاک افغان سرحد کی پہاڑیوں کے پیچھے ایک لشکر (طالبان) ہم پر حملہ کرنے والا ہے تو قوم اس پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ۔اس لیے کہ ہمارے حکمرانوں نے جھوٹ اور خیانت کے اتنے ڈھیر لگا دیئے ہیں کہ صداقت و امانت ان ڈھیروں کے پیچھے چُھپ کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے لچھن دیکھ کر اس سب کو یقین ہو گیا ہے کہ امریکہ اب افغانستان سے ذلیل ہو کے نکلے گا تو پاکستان میں حکمرانی کرنے آجائے گا۔ یہ حکمران صدر کرزئی سے بھی زیادہ کمزور اور خوفزدہ ہیں۔ امریکہ وزیرستان کو دہشت گردی سے پاک نہیں کرنا چاہتا۔ وہ وزیرستان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ سلالہ چیک پوسٹ پر انہوں نے حملہ کر کے خود بتا دیا ہے کہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ ملالہ یوسف زئی پر بھی حملہ انہوں نے کروایا ہے، یہ بات جنرل اسلم بیگ نے بھی کہی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑ لڑ کے کمزور ہو جائیں گے۔ امریکہ ہماری آنکھوں کے سامنے جو چاہے گا کرتا رہے گا' اب بھی کر رہا ہے۔

وہ جو صادق اور امین نہیں ہیں، انہوں نے پچھلے ساڑھے چار برسوں میں اتنے جھوٹ بولے ہیں کہ پوری کتاب بن سکتی ہے۔ دہشت گردی کے ہر واقعے پر کہا گیا کہ یہ طالبان کی کارروائی ہے تاکہ حکومت کو کوئی کارروائی نہ کرنا پڑے، کیونکہ طالبان کوہ قاف میں رہتے ہیں، اسی لیے حکومت نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ اور پھر یہ کہا کہ ہم دہشت گردوں کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ مگر دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ سرحدی وزیر میاں افتخار بھی چار سال سے یہ کہہ رہا ہے۔ اس کا بیٹا بھی شہید ہوا تب تو اس نے دو دن بھی اس کا غم نہیں کیا تھا مگر ملالہ کیلئے دکھ ہے، مگر یہ دکھ عالمی سطح پر منانے والوں کے مقاصد کیا ہیں۔ پاکستانی حکمرانوں کے بھی یہی مقاصد ہیں۔

رحمان ملک کہہ رہے ہیں کہ سوات میں ملالہ پر حملہ آوروں کے تمام راستے شمالی وزیرستان کی طرف جاتے ہیں۔ ایک وزیرستان اسلام آباد میں بھی ہے۔ سرکاری وزیرستان، جہاں سب وزیر اور رحمان ملک اور وزیر اعظم رہتے ہیں، ایوان صدر بھی ساتھ ہے۔ کہیں یہ حملہ اس وزیرستان سے تو نہیں ہوا، کیونکہ اس وزیرستان کے تمام اخراجات بیرونی امداد سے پورے ہوتے ہیں، یہ وزیر بہت ہی غریب اور پسماندہ ہیں ان پر ڈالروں کی اس وقت بارش ہوتی ہے جب یہ غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی

کو پورا کرنے کے لئے اپنا سب کچھ لُٹا دیتے ہیں۔ لگتا ہے کہ ان دنوں ڈالرں کی بارش میں کچھ کمی آرہی تھی اس لیے یہ ڈرامہ رچایا گیا۔ امریکی آج کل جلدی میں ہیں، ان کا افغانستان میں ٹائم بہت زیادہ ویسٹ ہو چکا ہے۔ وہ ایک ایک سیکنڈ کا حساب رکھنے والی قوم ہے۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ افغانستان میں برباد کریں۔ جبکہ طالبان کے پاس وقت ہی وقت ہے، اسی لئے وہ اپنے پاس گھڑی نہیں رکھتے، تاکہ وقت کا احساس نہ ہو، اس لئے وہ بے فکر ہو کر اپنا کام کر رہے ہیں۔ وہ وقت کے انتظار میں نہیں بلکہ وقت ان کی مٹھی میں بند ہے۔ وقت اس انتظار میں ہے کہ کب طالبان اپنی مُٹھی کھولیں اور مجھے آزاد کریں۔ امریکہ میں بہترین سڑکیں اور بکتر بند گاڑیاں ہیں، اسی لئے ان کی فوج اپنی گاڑیوں کے ذریعہ اپنی ان سڑکوں پر خراماں خراماں چلتی ہے۔ جبکہ طالبان کے پاس نہ تو بہترین سڑکیں ہیں اور نہ ہی بکتر بند گاڑیاں ہیں، ان کے پاس تو کُھلے پہاڑ اور میدان ہیں، وہ جذب و مستی سے سرشار اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کسی مال و متاع کے ضیاع کی پرواہ کیے بغیر اپنے مقصد میں مگن ہیں۔ جبکہ امریکی ایک ایک سینٹ کو سنبھال سنبھال کر خرچ کرنے کے عادی ہیں۔ جن کا ایک مقولہ مشہور ہے۔ کیپ یو پینی، میک یو ڈالر۔ یعنی ایک ایک سینٹ جوڑ جوڑ کا ڈالر بناؤ۔ چونکہ امریکہ اس جنگ میں اپنا بہت بڑا نقصان کر بیٹھا ہے اور یہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بارہ سال گزر جانے کے باوجود نقصان کے علاوہ کچھ نہیں حاصل کر سکا۔ بقول امریکیوں کے وہ اس جنگ میں 2000 فوجی مروا چکے ہیں۔ جبکہ دانائے راز ان دو ہزار کے ساتھ ایک زیرو اور ملا کر انہیں بیس ہزار بناتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ دو ہزار تو وہ ہیں جن کے والی وارث امریکہ میں موجود ہیں، جن کے سامنے امریکی حکومت جواب دہ ہے، باقی کے جو فوجی مارے گئے وہ بغیر ماں باپ کے نام کے رجسٹرڈ کئے گئے تھے۔ اس جنگ میں امریکہ کے تقریباً مبلغ آٹھ کھرب ڈالر خرچ ہوئے۔ مگر ہماری حکمرانوں کا دال دلیہ جو لگا ہوا ہے وہ امریکہ کے اس خطہ سے نکلنے کے بعد بند ہو جائے گا۔ اس لیے یہ کھیل کھیلا گیا تاکہ امداد جاری رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ملالہ پر حملے کے ڈرامے کے بعد امریکہ و یورپ نے تعلیم کے نام پر اپنی تجوریوں کا منہ کھول دیا ہے۔

جس دن ملالہ پر حملے کا شور مچایا گیا اسی دن وزیرستان میں ایک مدرسے پر ڈرون حملہ کیا گیا، جس میں ۱۸ غریب و مسکین و نادار بچے مارے گئے، مگر اس پر میڈیا کے کسی نمائندے نے کوئی خبر نہ دی۔ اسی طرح دس نومبر کو پوری دنیا میں ملالہ ڈے منایا گیا، جس میں کہا گیا کہ وہ تعلیم کی پیام بر ہے، مگر اُسی دن کراچی میں مدرسہ احسن المدارس کے سات بچوں کو گولی سے اُڑا دیا گیا، اس پر کسی بھی چینل میں شور نہیں اُٹھا

،کسی میزبان نے حلقہ نہیں لگایا کیونکہ یہ بچے لاوارث تھے،اور ایسی تعلیم حاصل کررہے تھے جس سے دین اور دنیا دونوں سنور جاتے ہیں،مگر اس تعلیم سے ملالہ برانڈ لوگوں کا روزگار ختم ہو جاتا ہے۔دوسری یہ کہ ملالہ انٹرنیشنل ایجنسیوں کی رکن تھے،انہی کی تہذیب وتعلیم کو آگے بڑھانے کی جدوجہد میں شریک تھی۔بین الاقوامی طور پر میڈیا کو اور اداروں کو اسی کام پر لگا دیا گیا ہے،جو ملالہ کو بہانہ بنا کر شور مچا رہے ہیں۔حالانکہ کئی بچیاں امریکیوں نے خود یہاں قتل کی ہیں سوچنے کی بات ہے کہ صرف ملالہ کیلئے امریکی گلوکارہ اپنے ننگے وجود پر اس کا نام لکھ کے ڈانس کیوں کرتی ہے؟۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ امریکیوں کو اپنے دو ہزار فوجیوں کے مرنے کی فکر ہے مگر ہمارے جو پینتیس ہزار اس جنگ میں مارے گئے اس کا کوئی حساب نہیں،وہ اس لیے کہ ان کی قیمت بمع سود ہمارے حکمران وصول کر چکے ہیں۔امریکہ کی طرف سے شمالی وزیرستان پر آپریشن کا اتنی بار مطالبہ کیا جا چکا ہے کہ سننے والوں کے کان پک چکے ہیں مگر ہماری فوج ابھی تک اس میں آڑے ہے ورنہ ہمارے حکمران کب کا یہ کام کر گزرے ہوتے۔

ملالہ پر حملے کے ڈرامہ کے دو مقاصد تھے۔ایک یہ کہ اس کو بہانہ بنا کر شمالی وزیرستان پر حملہ کیا جائے،جو کہ ابھی تک پورا ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا۔دوسرے یہ کہ عشق رسول ﷺ کے نام پر ہمارے ملک میں جو تحریک چلی تھی اس کا رُخ موڑنا تھا۔صلیبی قوتیں اب تک یہی سمجھتی رہیں کہ مسلمانوں کے دل سے جذبہ عشق رسول ﷺ نکل چکا ہے،وہ ہر چار چھ ماہ بعد کوئی نہ کوئی گستاخی کا عمل کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کا ردعمل دیکھا جائے۔اس بار بھی مسلمانوں نے پورے دینی جذبہ وغیرت کا بھرپور انداز میں اظہار کیا،جس پر صلیبی قوتیں حیران ہوگئیں،کیونکہ اس کام کے لیے ہمارے حکمرانوں کو وافر مقدار میں مال دیا جاتا ہے،لہذا ہمارے مقتدر طبقوں نے اس تحریک کا رُخ موڑنے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔جس میں میڈیا سب سے آگے تھا۔اس پر صلیبی قوتوں نے میڈیا کو جھولی بھر بھر کے نوازا۔اس وقت سے لیکر آج تک ہر ٹی وی اسٹیشن سے یو،ایس ایڈ کے اشتہارات تسلسل سے چلائے جارہے ہیں ،جس میں دکھایا جارہا ہے کہ تعلیم کے نام پر امریکہ اور پاکستانی عوام مل کر ایک نیا پاکستان تعمیر کررہے ہیں۔اسی لیے میڈیا کا ہر میزبان اور تبصرہ نگار ملالہ کو تعلیم کی ایک مجاہدہ ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے۔اور طالبان کو ظالمان کہہ کر انسانیت دشمن اور تعلیم دشمن بتایا جارہا ہے۔جیو نیوز کے پروگرام ’’کیپٹل ٹاک‘‘ کے میزبان حامد میر صاحب اپنے ایک پروگرام میں بتارہے تھے کہ ملالہ نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے طالبان کے سامنے سکول کھولنے کا مطالبہ کیا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں چند طالبان کو ساتھ

لے کر ملالہ سے ملنے گیا تو ملالہ نے طالبان کے سامنے سکول کھولنے کا مطالبہ کیا، یہ بڑی جرأت کا کام تھا، اسی لیے ملالہ پر طالبان نے حملہ کیا (اس کی انہوں نے وڈیو جھلکی بھی دکھائی)۔ اگر میر صاحب واقعی یہ سچ کہہ رہے ہیں کہ ان کے ساتھ طالبان تھے اور ملالہ نے جرأت کا مظاہرہ کیا تھا، تو عجیب بات ہے کہ اس وقت طالبان جو کہ امریکہ جیسی سپر طاقت سے نہیں ڈرتے وہ ایک نرم نازک سی لڑکی سے ڈر گئے ،اور اسے کچھ نہیں کہا۔ میر صاحب نے طالبان کو ایک لڑکی کے سامنے بزدل ثابت کیا اور ملالہ کو بہادر۔ پہلی بات یہ کہ اگر وہ واقعی طالبان تھے اور لڑکیوں کی تعلیم کے مخالف تھے تو انہیں کسی بھی خوف خطرے سے ڈرنے کی بجائے اسی وقت ملالہ کا کام تمام کر دینا چاہیے تھا، مگر طالبان کا ملالہ پر حملہ نہ کرنا اور اُسے کچھ نہ کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ طالبان عورتوں کے تعلیم کے مخالف نہیں بلکہ حامی ہیں ،اسی لیے انہوں نے ملالہ کو کچھ نہیں کہا، بلکہ ملالہ کو جواب دینے کی بجائے انہوں نے عملی طور پر ملالہ کے تعلیمی نظریہ کی حمایت کر دی تھی۔

حالات بتا رہے ہیں کہ ملالہ پر حملہ انجینئرڈ تھا، جب ملالہ پر حملے کا واویلا مچایا جا رہا تھا تو ملالہ کے ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی اور کہا جا رہا تھا کہ اس کے سر میں گولی ماری گئی ہے، مگر جب برطانیہ کے مہنگے ترین ہسپتال سے اس کی تصور جاری کی گئی تو اس کے ماتھے پر کوئی پٹی نہیں تھی اور اس کے ماتھے پر کوئی زخم نظر نہیں آ رہا تھا۔ مارنے والا بھی اتنا سمجھدار تھا کہ اس نے ایسے انداز میں گولی ماری کہ اس کا نشان تک نہیں ملتا، بقول شاعر

دامن پہ کوئی داغ نہ خنجر پہ کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

ملالہ پر حملے کے بعد میڈیا نے پُھرتیاں دیکھانی شروع کر دیں مگر انہی پھرتیوں میں یہ بھی خیال نہیں رہا کہ ہم اس انجینئرڈ حملے سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ میڈیا کے لوگ دنیا میں سب سے زیادہ ذہین سمجھے جاتے ہیں، مگر ہمارا میڈیا تو اس سے بھی سو قدم آگے ہے۔ وہ انجینئرڈ کو سمجھ نہ سکے اور بہاؤ میں بہہ گئے۔ کہتے ہیں کہ ایک تیز رفتار پولیس والا ایک چور کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگا مگر تیزی سے وہ چور سے آگے نکل گیا، آگے چل کر ایک جگہ کھڑا ہو کر چور کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگا، کسی نے پولیس والے سے پوچھا کہ یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ چور پیچھے آ رہا ہے اس کا انتظار کر رہا ہوں، پوچھنے والے نے کہا کہ تمہارے آگے نکل جانے سے چور نے اپنا راستہ بدل لیا ہے۔ سوشل میڈیا نے عوامی زبان میں ’’گیم‘‘ ہی ریورس کر دی، امریکہ بہادر کے حضور دیہاڑی تو اچھی

لگائی تھی مگر بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

ایم، کیو، ایم کے سربراہ جناب الطاف حسین جو کہ ملکی ہمدردی کے غم میں مبتلا برطانیہ جیسے ملک میں اس کی نیشنلٹی لے کر چوبیس گھنٹے نڈھال پڑے رہتے ہیں۔ان کو ملالہ پر حملے کے غم نے دو آتشہ کردیا، اوراسی حالت میں انہوں نے ان علماء کی فہرست بنانے کا بھی اعلان کردیا تھا جو ملالہ پر حملہ کی مذمت نہیں کرتے۔انہیں یہی غم ہے کہ ایک بچی پر حملہ کیا گیا اور طالبان نے کیا ہے۔جبکہ بچیوں کے غم خوار یہی الطاف حسین صاحب ہیں جو کہ لال مسجد کی بچیوں پر فوجی آپریشن کروانے کے لیے کراچی میں ریلیاں نکالتے رہے۔اس وقت انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ یہ بھی قوم کی بچیاں ہیں، وہ صرف اس لیے کہ جس ملک نے انہیں پناہ دے رکھی ہے وہی ملک اس آپریشن کا حامی تھا۔اور ملالہ اُسی ملک کے نظام تعلیم وتربیت کی پیامبر ہے۔الطاف حسین صاحب کی اس حرکت سے ایک اور بات بھی صاف ہوگئی کہ اب تک جتنے بھی علماء کرام کراچی میں شہید کیے گئے ہیں وہ سب ان کی ٹاپ لسٹ میں تھے۔اب لگتا ہے کہ علماء کی ایک اور ٹاپ لسٹ تیار کرلی گئی ہے، جس پر عمل درآمد شروع ہونے والا ہے۔ابھی کراچی کے مدرسہ احسن المدارس کے سات بچوں کو شہید کردیا گیا۔چاہیے تو یہ تھا کہ ایم کیو ایم کی طرف سے احتجاجاً پورا کراچی آسمان پر اٹھالیا جاتا۔ملالہ تو کراچی سے ایک ہزار کلومیٹر دور کی رہنے والی تھی، یہ بچے تو انہی کے گورنر کے زیرسایہ تھے، ان کے قاتل پکڑنا آسان تھا، ان پر حملہ کی ذمہ داری کسی کوہ قاف میں رہنے والے طالبان نے قبول نہیں کی تھی۔مگر ان کی طرف سے ابھی تک کسی بھی قسم کی مذمت نہیں آئی، کیونکہ یہ بچے ملالہ جیسی تعلیم نہیں حاصل کررہے تھے۔ان بچوں کا مستقبل برطانیہ کی تہذیب سے وابستہ نہیں تھا، اوران کے پیچھے کوئی غیر ملکی این جی او نہیں تھی۔یہ بچے تو اللہ کے رسول ﷺ کے مہمان تھے، وہ اللہ کا رسول ﷺ جس کے عشق کی چادر کو تار تار کرنے کے لیے ملالہ پر حملے کا یہ ڈرامہ رچایا گیا۔

ملالہ پر حملہ تو ہوا ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی کی وجہ سے پوری دنیا میں ہلچل پیدا کی گئی۔اب مسئلہ یہ ہے کہ ملالہ پر حملہ کس نے کیا اور کروایا۔صاف بات ہے کہ اگر پاکستان میں ریمنڈ ڈیوس جیسے غیر ملکی کارندے موجود نہیں ہیں تو دوسری طرف دیکھا جاسکتا ہے وگرنہ یہیں کہیں کسی ریمنڈ ڈیوس کو تلاش کیجیے۔

بھائی صاحب کا انتقال

گزشتہ ماہ راقم کے بڑے بھائی مجیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کا انتقال ہوگیا، قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 25

علماءِ لدھیانہ کا مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج

انہی دنوں ۹۲-۱۸۹۱ء میں جب مرزا قادیانی نے عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس دعوے کی بنیاد پر ان علماء نے بھی مرزا قادیانی کو کافر قرار دینا شروع کر دیا تھا، جنہوں نے اس سے پہلے علماء لدھیانہ کے فتوائے تکفیر ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، خصوصاً مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہ۔ تو خاندانِ علماء لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج بھی دے ڈالا۔ اس میں علماء لدھیانہ نے دو چیزوں کی طرف بلایا تھا۔ پہلی یہ کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ مکہ معظّمہ چلے اور دونوں فریق خانہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر دعاء کرتے ہیں، انشاء اللہ حق اور باطل میں فیصلہ ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ سلطان روم (اس وقت جزائر عرب میں ترکوں کی خلافت قائم تھی، اس کو سلطنت روم کہا جاتا تھا) کے پاس جا کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں، پھر وہ جو فیصلہ کر دے اس کو مان لیا جائے۔ اسی کے متعلق مولانا محمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

> اگر مرزا قادیانی کو اس بحث کرنے میں دشواری معلوم ہو تو ہم ایک طریق بحث کا جو نہایت آسان بتاتے ہیں، اس کو اختیار کر لے جس میں ان کا ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہو۔ وہ امر یہ ہے کہ مرزا قایانی ہمارے ساتھ بلا خرچ (یعنی اس کا خرچ علماء لدھیانہ ہی ادا کریں گے) مکہ معظّمہ کو چلے۔ یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدعا کو ظاہر کرے۔ تا کہ اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا نمودار ہو اور آئندہ کوئی ایسے دعاوے باطلہ کے دعوی کرنے میں جرأت نہ کرے۔ (فتاویٰ قادریہ صفحہ ۲۱)

مگر مرزا قادیانی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خواب خرگوش میں جا کر سو رہا۔

قادیانی کی جگہ ’’کادیانی‘‘ مولانا بٹالوی کا الہام

مولانا محمد حسین بٹالوی جو کسی دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کی حقانیت کے گیت گاتے ہوئے نہیں تھکتے تھے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ لگانے والوں کی تکفیر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، اب جب ان کی مرزا قادیانی سے مخالفت شروع ہوئی تو ان کو انہی کے بقول ایک الہام ہوا، جس کی وجہ سے انہوں نے قادیانی کو ’’کادیانی‘‘ یعنی فریب دہندہ لکھنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں:

قادیان ’’قاف‘‘ سے لکھا جاتا ہے مگر جب اس کی نسبت مرزا غلام احمد کی طرف ہو تو اس کو ’’کاف‘‘ سے لکھنا مناسب ہے، کیونکہ اس کو ’’کید‘‘ کادیانی سے پوری مناسبت ہے، یہ الہامی اشتقاق ہے جس کا خدا کی طرف سے خاکسار کے دل پر القاو الہام ہوا ہے (حاشیہ، اشاعۃ السنۃ جلد ۹، صفحہ ۲۸۱)

اسی طرح دوسری جگہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

’’قادیان‘‘ اکثر بڑے قاف سے لکھا جاتا ہے، مگر جب قادیان کی نسبت مرزا غلام احمد کی طرف ہو تو ’’کادیانی‘‘ چھوٹے کاف سے لکھنا ضروری ہے، اس کی وجہ ایک الہام ہے۔ (حاشیہ، اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴، صفحہ ۵)

بٹالوی کی جگہ بطالوی

اسی طرح اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو بھی کوئی الہام ہوا ہوگا، اسی لئے تو مولانا بٹالوی کے سابقہ جگری دوست مرزا قادیانی نے انہیں بٹالوی کی بجائے ’’بطالوی‘‘ لکھنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں دوستوں کی آپس کی چھیڑ چھاڑ تھی، جس کو ان دونوں نے فروری ۱۸۹۹ء میں گورداسپور میں ایک انگریز جج جے، ایم، ڈوئی کی عدالت میں جا کر ایک معاہدے کے تحت ختم کیا۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مولانا بٹالوی کا اہلحدیثوں کے لیے واویلا

گزشتہ شمارے میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتا تھا۔ نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ

یہ بلاء کادیانی کے اتباع کی اکثر اسی فرقہ میں پھیلی ہے جو عامی و جاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک و غیر مقلّد بن گئے۔ نیز فرمایا تھا ’’آج کل کے بعض اہل حدیث کہلانے والوں میں، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت، معتزلیت و رافضیت پھیلتی جاتی ہے‘‘ پھر فرمایا کہ ’’صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس (مرزا) کے الہام وولایت کا امکان جمار کھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا‘‘۔ چنانچہ مولانا بٹالوی کو احناف کی کوئی فکر نہ تھی، ان کو معلوم تھا کہ حنفی ہوتے ہوئے کوئی شخص مرزائی نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے انہوں نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ ’’حنفی المذہب مقلّد سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ عیسائی مرزائی ہوجائے، جب تک کہ وہ حنفی مذہب کا مقلّد ہے‘‘۔ اسی لیے مولانا بٹالوی کو حنفیوں کی فکر نہ تھی کیونکہ ان کے نزدیک کوئی بھی شخص حنفی ہو کر مرزائی نہیں بن تھا سکتا جبکہ مولانا بٹالوی کے نزدیک اہل حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مرزائی ہونا کوئی بعید نہ تھا۔ لہذا مولانا بٹالوی نے اپنے فرقۂ اہل حدیث کے لوگوں کو اپنے ہی ہم مسلک مرزا قادیانی کے جال سے بچانے کے لئے واویلا فرمانا شروع کردیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ کی جلد نمبر ۱۳ رمیں لکھتے ہیں :

(۱) اہلحدیث جو آپ (مرزا قادیانی) کو اہلحدیث سمجھ کر آپ کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں (ص ۱۲۹ نمبر ۸)

(۲) کہاں ہیں وہ اہلحدیث جو کادیانی کو اہلحدیث سمجھتے اور پیرو حدیث خیال کرتے ہیں۔ (نمبر ۸ ص ۱۳۱)

(۳) قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے آپ کے اس ماتم کو دیکھیں اور پھر انصاف سے کہیں کہ آپ صحت احادیث صحیحین کے قائل ہیں یا منکر۔ (ص ۱۴۱ نمبر ۸)

(۴) قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے ایمان و انصاف کو کام میں لاکر کہیں کہ وہ صحیح مسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتا ہے۔ (ص ۱۴۲ نمبر ۸)

(۵) صرف ایک آپ (مرزا قادیانی) مسلمان پھر اہل سنت پھر اہل حدیث کہلا کر بعض احادیث صحیحین کی صحت سے بعد اتفاق اہلسنت انکاری ہوئے ہیں اور صرف اس انکار کی نظر سے آپ کو کافر نہیں کہا گیا ہاں اس کا چھوٹا بھائی فاسق اور مبتدع تو ضرور کہا جائے گا۔ (ص ۱۳۴ نمبر ۸)

(۶) اور عوام اہلحدیث پر جو اس کو اہلحدیث اور قائل صحت صحیحین جان کر اس کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (ص ۱۵۳ نمبر ۸)

(۷) اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح و موضوع بناتے ہیں تو آپ کے دام افتادہ اہلحدیث (خصوصاً منشی ناصر نواب خسر شریف اور حافظ محمد یوسف و منشی عبدالحق اور ان کی پارٹی) دام سے نکلتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اہلحدیث کہلاتے ہیں اور آمین بالجہر کرتے ہیں اور آپ کو اہل حدیث سمجھ کر آپ کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (ص ۳۰۲ نمبر ۱۰)

(۸) اور ان لوگوں کی جو آپ کو اہلحدیث سمجھ کر آپ کے دام میں مبتلا ہیں۔ (ص ۳۰۳ نمبر ۱۰)

(۹) موحّدین کے لفظ سے آپ ان لوگوں کو مراد رکھتے ہیں جن کو عام لوگ غیر مقلّد یا وہّابی کہتے ہیں۔ (ص ۳۰۵ نمبر ۱۰)

اسی طرح مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۱۴ میں یوں رقم فرما ہیں:

(۱۰) ازاں جملہ ایک ہمارے شہر کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسال دار پنشنرز ہیں جن سے ان کے گھر میں بیٹا پیدا ہونے کے لیے دعاء کے وعدہ وامید پر آپ نے پانسو روپیہ یکمشت اور کئی رقمیں متفرق اپنے ایک دلال (جو اہلحدیث کہلاتے اور آمین بالجہر اور رفع الیدین کرتے ہیں اور اس جامہ کے پردہ میں لوگوں پر اعتبار جما کر ان کا صدہا روپیہ قادیانی کے خزانہ میں جمع کرا چکے ہیں) کے ذریعے سے وصول کی ہیں۔ (ص ۱۱ نمبر ۱)

(۱۱) آپ کے دام افتادہ وہ اہلحدیث جو صرف دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (ص ۵۶ نمبر ۲)

(۱۲) قادیانی کے اس بے باکانہ غوغا وشور اور مزخرفانہ دعاوی کے زور کو دیکھ کر بعض مدعیان علم عربی وقرآن مصداق مثل مشہور ''نیم ملاں خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان'' اور اکثر اردو خوان جو حدیث سے محض بے خبر ہیں اور علوم عربیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے۔ ومعہذا علماء سلف وخلف کی تقلید چھوڑ کر نیچری ہو چکے ہیں۔ یا فرقہ اہلحدیث کی طرف منسوب ہو کر

برطبق ع بدنام کنندہ نکو نامی چند اس فرقہ کو بدنام کر رہے ہیں تو اسلام کو سلام کر بیٹھے ہیں۔(ص ۶۱ نمبر ۲)

(۱۳)فرقہ اہلحدیث کے بے عمل مجتہد و جو اس معنی کے دام میں آ کر کادیانی کے پنجے میں پھنس گئے ہو تم تو اب اس معنے کے بیان میں قادیانی کو جھوٹا جان لو اور اس کے اتباع سے دستبردار ہو کر اپنے ایمان کو سنبھالو۔(ص ۸۸ نمبر ۳)

(۱۴) کادیانی اور اس کے اتباع نے جو مولوی کہلاتے ہیں۔جیسے حکیم نور الدین بھیروی جمونی اور مولوی محمد احسن امروہی)احادیث مسیح و دجال کو ظنی و محل تاویل بنانے کے لیے جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو غیر قطعی اور اپنے ظاہری معنی سے مصروف ٹھہرادیا اور حکم و رتبہ اعتقاد کا کچھ لحاظ نہ کیا۔کادیانی پر تو چنداں افسوس نہیں۔کیونکہ وہ علوم دینیہ سے محض امی و اجنبی ہے۔حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن پر سخت افسوس و تعجب ہے کہ انہوں نے کادیانی کی محبت میں اندھے بہرے ہو کر اپنا تھوڑا بہت پڑھا پڑھایا سبھی بھلا دیا اور اپنی مولویت کو ڈبو دیا اور علم کو خاک میں ملا دیا (ص ۱۱۹ نمبر ۵)

(نوٹ) یہ دونوں حضرات (حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن امروہی) کٹّر غیر مقلّد تھے۔اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے تھے

(۱۵)اگر کادیانی اور اس کے تمام اعوان و انصار جو اہلحدیث کہلاتے ہیں۔(ص ۱۲۵ نمبر ۵)

(۱۶) کادیانی نے جو اس وقت قرآن قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقا و جہلا فرقہ اہلحدیث کو دام میں لا رہا ہے۔(ص ۱۴۴ نمبر ۵)

(۱۷) کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والو سوچو کہ وہ اس سوال کے ساتھ اہلحدیث کہلا سکتا ہے۔(ص ۱۴۸ نمبر ۶)

(۱۸)اس سے عام اہل اسلام اور خصوصا اہلحدیث جن کے بعض عوام آپ کے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں۔(ص ۱۶۰ نمبر ۶)

(۱۹) بلکہ صرف اپنے ناظرین خصوصا کادیانی کے سادہ لوح دام افتادہ اہلحدیث

معتقدین کو جو اس کو اہلحدیث سمجھ کر اس کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں..........کادیانی اہلحدیث کے ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی نہیں بلکہ وہ در پردہ زندیق (چھپا مرتد) ہے۔وہ اہلحدیث بن کر سادہ لوح اہلحدیث کو زندیق بنانا چاہتا ہے۔

(ص ۲۴۶نمبر ۹)

(۲۰) یہ سب منافقانہ چال اور اہلحدیث کو پھنسانے کے لیے ایک جال نہیں تو اور کیا ہے۔کادیانی کو اہلحدیث اور قائل حدیث جاننے والو اب بھی اس کے منکر صحت صحیحین ہونے میں شک کرو گے۔(ص ۲۹۷ نمبر ۱۰)

(۲۱) کادیانی کو اہلحدیث جاننے والو اب بھی اس کو اہلحدیث کہو گے۔

(ص ۳۱۲نمبر ۱۰)

(۲۲) امید ہے کہ کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والے اور اس دھوکہ سے اس کے دام میں پھنسنے والے اب اس کو منکر حدیث سمجھ کر اس کے دام سے چھٹکارا پائیں گے۔

(ص ۳۱۸ نمبر ۱۱)

اسی طرح مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۱۵ میں یوں لکھتے ہیں:

(۲۳) میرے پرانے عزیزو، دوستو ،شاگردو یا شاگردان شاگردو آپ لوگ اپنی میدان محشر کی حاضری کو اور ایمان کو پیش رکھ کر کہو کہ کور باطن کون ہے۔کادیانی چور.......... میرے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ میرے عزیز دوست میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلوی ،منشی عبدالحق ،پنشنر اکاؤنٹنٹ لاہوری ،حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر ،مرزا خدا بخش ،اتالیق خان صاحب ،محمد علی خان ،رئیس مالیر کوٹلہ (جو اب تک ہمارے شاگرد ہونے کے معترف ہیں (اور خان صاحب محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ ہیں) جو دھوکہ میں آ کر کادیانی کے دام میں مبتلا ہیں۔(ص ۱۴۴،۱۴۵ اش نمبر ۷)

(۲۴) اور یہ امر (ترک تقلید یا پیروی سلف صالحین) جیسا دین داروں کے لیے گناہ ہو جانے کا موجب ہے۔ایسا اور کوئی سبب ضلالت نہیں ہے۔اسی سبب سے کادیانی کے دام میں وہ لوگ پھنس گئے ہیں جو کم علم و بے علم ہو کر اہل سنت و جماعت کی تقلید یا

پیروی سے آزاد ہو کر مجتہد کہلاتے تھے۔ (ص ۲۸۱ ش نمبر ۱۱)

اسی طرح اشاعۃ السنہ کی جلد نمبر ۱۶ میں یوں رقم فرماتے ہیں:

(۲۵) تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ ساکن موضع بدوملی (جو اس عاجز کا شاگردان شاگرد ہے اور بدقسمتی سے اور کم علمی کی وجہ سے کادیانی کے دام پھنس گیا ہوا ہے) کادیانی کی تائید میں برسر بازار واعظ کہتا پھرتا تھا۔

(ص ۱۹۳ ش نمبر ۶)

چونکہ اب جب مخالفت شروع ہو چکی تھی اس لیے مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کو گرانے کی فکر کر میں الگ گئے۔

براہین احمدیہ پر تنقید اور اس کی تکذیب و تردید

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے پہلے مرزا قادیانی کو چڑھایا پھر جب اختلاف ہوا تو اس کو گرانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسی میں سب سے بڑا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس ''براہین احمدیہ'' کے بل بوتے پر مرزا قادیانی کے جھوٹے دعووں کو سچے ثابت کرنے کے لیے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے اب اسی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں وہی باتیں کہنی شروع کر دیں جن کی وجہ سے علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تھا۔

اس کتاب ''براہین احمدیہ'' پر تنقید شروع کر دی۔ اس کی تردید پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی جھوٹا ہے

(۱) عقائد باطلہ مخالفہ دین و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جز ہے۔ زمانہ تالیف ''براہین احمدیہ'' کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا۔ مگر زمانہ تصنیف ''براہین'' سے جو جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، آپ نے اختیار کیا ہے۔

(اشاعۃ السنہ شمارہ ۱ جلد ۱۵ ص ۸)

یہاں پر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مولانا بٹالوی مرزا قادیانی سے اپنی پرانی رفاقت کو بھی

بھول رہے ہیں اور زمانہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' سے مرزا قادیانی کے جھوٹ بولنے کا اقرار بھی کر رہے ہیں۔ یہاں جھوٹ بولنے سے مراد کیا ہے یہ بھی اہل علم سے مخفی نہ ہوگا۔ سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے اس جھوٹ بولنے میں مولانا بٹالوی بھی برابر کے شریک تھے۔ بلکہ مرزا قادیانی کے ایک ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے سو سو جھوٹ لکھتے رہے

''براہین احمدیہ'' کے اکاذیب

(۲) آپ اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں اور نیکی بدی کے قائل ہیں اور مسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں اور میرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چندروز قیام کریں۔

آپ کے مصارف سفر و قیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں اور پھر ان اکاذیب سے جو زمانہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' سے اب تک آپ سے سرزد ہو چکے ہیں تائب ہوں۔ یا ان کا صدق ہونا ثابت کریں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۵ص ۴۰)

یہاں پر مولانا بٹالوی پرانی یادوں کو تازہ کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے گھر پر دعوت بھی دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ''براہین احمدیہ'' میں مرزا قادیانی نے جو جھوٹ بولے تھے اور انہیں سچ ثابت کرنے کے لیے مولانا بٹالوی نے جو دلائل دیئے تھے انہی سے تائب ہونے کی اپیل بھی کر رہے ہیں۔

''براہین احمدیہ'' کے دلائل معلم الملکوت (شیطان)

(۳) ''براہین احمدیہ'' کے دلائل اور اس ایمان میں جو اسلام کے واعظ رکھتے ہیں۔ بہت سے حجاب ہیں۔ یہ دلائل اس ایمان کی طرف ہرگز جانے نہ دیں گے کیونکہ جو ایمان ''براہین احمدیہ'' سے پیدا ہوتا ہے وہ کسی واعظ اسلام کے پاس نہیں ہے۔ وہ معلم الملکوت کے پاس سے ملتا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۱)

یہاں پر غور کریں مولانا بٹالوی ''براہین احمدیہ'' کے جن الہامات کو پہلے رحمانی کہتے تھے۔ اب انہی کو وہ معلم الملکوت (یعنی شیطان) کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔ صاحبان بصیرت کے

لیے غور کا مقام ہے۔

''براہین احمدیہ''۔۔۔۔جھوٹی لاف زنیاں

(۴) اشاعۃ السنۃ نے جس قدر قادیانی کو اس کے سابق دعویٰ نصرت اسلام کی نظر سے مسلمان جان کر اور اس کی کتاب براہین کی جھوٹی لاف زنیوں کو سچے وعدے سمجھ کر اس پر ریویو لکھ کر اونچا کیا تھا اس سے وہ چند اس کے چھپے کفر کے ظاہر ہو جانے اور اس کتاب ''براہین'' کے مخفی الحادات کھل جانے پر اس کو نیچے گرا دیا۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ اص ۸)

یہاں پر غور کیجئے مولانا بٹالوی ''براہین احمدیہ'' میں مرزا قادیانی کے جن دعووں کو پہلے سچے ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے اب انہی دعووں کو جھوٹی لاف زنی قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ اسے کفر و الحاد بھی کھلے لفظوں میں کہہ دیا ہے۔

جبکہ اس چھپے کفر کو علمائے لدھیانہ نے پہلے ہی تاڑ لیا تھا اور اس مخفی الحاد کو پہچان کر مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی لگا دیا تھا۔ اب وہ خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ واقعی ''براہین احمدیہ'' میں چھپے کفر تھے اور مخفی الحادات موجود تھے۔

''براہین احمدیہ''......ایک دلیل بھی پوری نہیں

(۵) کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے۔ کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اس نے تین سو دلائل حقیّتِ اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خرد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۶ اص ۲۱۱)

''براہین احمدیہ''......ایک سڑیل کتاب اور احتلامات شیطانی

(۶) رسالہ ''سراج منیر'' کی متعلق مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

یہ رسالہ ۷۶ صفحہ کا ہے اور یہ وہ رسالہ ہے جس کو آپ نے ''براہین احمدیہ'' کی موجودہ جلدیں چھاپ دینے کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا وعدہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں مشتہر کیا تھا۔ آپ نے''

براہین'' کی لاف زنیوں (پیش گوئیوں) کو تسخیر حمقا اتباع کے لیے ناکافی سمجھ کر اس رسالہ میں آور پیش گوئیوں کا احمقوں کو لالچ دیا تھا........... بجز ایک پیش گوئی ازالہ و چند پیش گوئیاں اشتہارات ۱۸۸۷ء سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں.......... اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں آپ نے ایک نیا رسالہ مشتمل بر نشانات جدیدہ کا وعدہ دے کر ہم سے روپیہ بٹورا تھا یا اسی سڑیل کتاب (براہین احمدیہ) خوگیر کی بھرتی مجموعہ احتلامات شیطانی ''براہین'' کے دوبارہ چھاپ دینے کا اور اسی کی پرانی لن ترانیوں کا اس میں اعادہ کر دینے کا وعدہ تھا۔ (اشاعۃ السنہ، شمارہ نمبر ۴ جلد ۱۸ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

یہاں پر غور فرمائیں مولانا بٹالوی جس ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے تھے کہ اس جیسی کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔

اور نہ ہی ایسی تصنیف ہونے کا احتمال ہے۔ اب یہاں پر اسی کتاب کو مولانا بٹالوی سڑیل، مجموعہ احتلامات اور شیطانی براہین فرما رہے ہیں۔ (مقام غور ہے.......... غیر مقلّدین غور فرمائیں

''سراج منیر'' کے لیے بٹالوی صاحب کے آنسو

''سراج منیر'' پر مولانا بٹالوی کے ان ملفوظات کے حوالے سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات ذہن میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالہ ''سراج منیر'' کو یہاں پر آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اس پر بڑے غصے کا اظہار فرمایا ہے۔

مگر اس غصہ کی حالت میں مولانا بٹالوی بھول گئے کہ ماضی میں کسی وقت اسی رسالہ ''سراج منیر'' کی اشاعت کے لیے انہوں نے بذات خود بڑی بے تابی دکھائی تھی جیسے ''براہین احمدیہ'' کے لیے دکھائی تھی۔ اسی طرح لوگوں سے اس رسالہ کی اشاعت میں امداد کی اپیل بھی کی اور امداد نہ کرنے پر بذات خود آنسو بہانے کا اظہار فرمایا تھا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا بٹالوی کی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب آریہ سماج کے خلاف ''سرمہ چشم آریہ'' کتاب لکھی تو اس نے تبصرے کے لیے اپنے قریبی رفیق و مشیر مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمت میں بھیجی۔ کیونکہ مرزا غلام

احمد قادیانی کو اپنی کسی کتاب کے صحیح ہونے کی اس وقت تک تسلّی نہیں ہوتی تھی جب تک کہ اس کتاب کی حقانیت پر مولانا بٹالوی مہر نہیں لگا دیا کرتے تھے۔

چنانچہ مولانا بٹالوی نے حسب روایت مرزا قادیانی کی کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمانے کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کی آئندہ شائع ہونے والی کتاب ''سراج منیر'' کی اشاعت کے لیے بھرپور اپیل فرمائی۔

مولانا بٹالوی ''سرمہ چشم آریہ'' کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ کتاب لاجواب مؤلف ''براہین احمدیہ'' مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔ جو بغرض تحریر ریو یو مصنف عالی ہمت نے ہمارے پاس بھجوائی ہے۔

تبصرے کے بعد لوگوں کو اس کتاب کی خریداری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو صاحب ان مباحث سے حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اصل کتاب بقیمت ۱۲عص۔ جناب مصنف سے جو قادیان ضلع گورداس پور میں مقیم ہیں طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔اور حمیت وحمایت اسلام تو اس میں ہے۔

کہ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس۔ دس۔ بیس۔ بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔

مولانا بٹالوی نے اس کتاب کے دو فائدے لکھے ہیں۔ان میں دوسرا فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔

ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک ''سراج منیر'' کا طبع ہونا عدم موجود زر کے سبب معرض التواء میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لیے آمد قیمت ''سرمہ چشم آریہ'' کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے۔ کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذاہب سے مقابلہ کے لیے وقف اور فدا ہو رہا ہے۔ پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام

ہے۔

اس افسوس پر بھی ان کا یہی حال رہا اور انہوں نے بہت جلد ''سرمہ چشم آریہ'' ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر مصارف طبع ''سراج منیر'' کے لیے روپیہ مہیا نہ کر دیا تو ہم کو ان کے حال پر آنسو بہانا پڑے گا۔اے خدا تعالیٰ تو ایسا نہ کر مسلمانوں کو دل ہمت وسماحت ہمدردی عطاء فرما۔آمین ثم آمین۔(اشاعۃ السنۃ۔ج ۹۔ش ۶۔ص ۱۵۷۔۱۵۸)

بالآخر مولانا بٹالوی کی دعائیں اپلیں آہیں اور آنسو رنگ لے ہی آئے۔اور ''سراج منیر'' کے نام سے کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔مگر کب۔مولانا بٹالوی کی اپیل وخواہش کے تقریبا گیارہ سال کے بعد۔مولانا بٹالوی نے اس کی اشاعت کے لیے اپیل وخواہش اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۹۔۱۸۸۶ء میں کی تھی جبکہ مرزا قادیانی نے یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں شائع کی۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ جب مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کی کتاب ''سراج منیر'' پر ۱۸۸۶ء میں تصدیقی مضمون لکھ کر اس کی اشاعت کے لیے اپیل کی تو اس وقت مرزا قادیانی مولانا بٹالوی سمیت تمام غیر مقلّدین کے نزدیک ایک قابل فخر مسلمان تھا۔جبکہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر ۱۸۸۴ء میں ہی کفر کا فتویٰ دیدیا تھا۔ لازمی بات ہے کہ مولانا بٹالوی نے اس وقت اس کتاب کو بغور پڑھا ہوگا۔اور اس کے اندر جو کچھ بھی تھا اس سے مولانا بٹالوی کو سو فیصد اتفاق تھا۔تو اگر یہ کتاب اسی زمانے میں شائع ہو جاتی تو مولانا بٹالوی کو اس کتاب میں موجود مواد سے کوئی اختلاف نہ ہوتا۔مولانا بٹالوی کا مرزا قادیانی سے اختلاف ۱۸۹۱ء سے شروع ہو گیا تھا۔ اور مرزا قادیانی نے اس کتاب کو مولانا بٹالوی کی تصدیق ۱۸۸۶ء کے گیارہ سال کے بعد ۱۸۹۷ء میں شائع کیا تو مولانا بٹالوی کو اس سے اختلاف ہو گیا۔اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا بٹالوی ایک جگہ لکھتے ہیں!

(۷) کیا د صاحب نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعہ سے دنیا کا عیش اڑانے کے لیے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے۔مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ مباحثہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا اور اس کے ذریعے باقرار خود دس ہزار روپے کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا، پھر جب دیکھا کہ من جملہ تین سو

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا بٹالوی ایک جگہ لکھتے ہیں!

(۷) کیادصاحب نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعہ سے دنیا کا عیش اڑانے کے لیے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے۔مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ مباحثہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا اور اس کے ذریعے باقرار خود دس ہزار روپے کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا، پھر جب دیکھا کہ من جملہ تین سو دلائل عقلیہ کے (جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے) ایک دلیل بھی بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجدّدیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعوے کی پٹڑی جما دی۔اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعوے کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور معجزات ونشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔(اشاعۃ السنہ شمارہ نمبر ۷ جلد ۱۸ ص ۱۹۵)

براہین احمدیہ۔۔۔۔مجموعہ خرافات اباطیل

(۸) ہم خدا کے فضل وتوفیق سے الہام کے مثبت ہیں نہ منکر اور اس کا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نمبر ۱۰، ۱۱ جلد ۷ میں بضمن ریویو براہین احمدیہ ایسا کر چکے ہیں۔جس پر آج تک ہم کو قیام وثبات ہے۔گو براہین کو ایک مدت سے (جب سے کہ کادیانی اسلام سے مرتد ہو کر کفر بکنے لگ گیا ہے) مجموعہ خرافات واباطیل اور اس کے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانی وگوز ہا شتر جانتے ہیں۔(شمارہ نمبر ۷ جلد ۱۸ ص ۲۰۲، ۲۰۳)

اس پوری تفصیل سے صاف واضح ہو گیا کہ ''براہین احمدیہ'' ایک ایسی کتاب تھی جس کے اندر احتلامات شیطانی وگوز ہا شتر اور جھوٹی لاف زنیاں موجود تھیں۔جبکہ مولانا محمد حسین بٹالوی بذات خود انہی تمام الہامات شیطانی اور جھوٹی لاف زنیوں کو پہلے اپنے ریویو میں الہامات رحمانی اور سچی پیش گوئیاں ثابت کرتے رہے ہیں۔ (جاری ہے)

محرم الحرام اور یوم عاشوراء

مولانا حمد الرحمن لدھیانوی

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں انسانوں کی رھنمائی کیلئے اور کفر وظلمت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان واطاعت کی روشنی سے منور کرنے کے لئے مبعوث فرمایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اسی پیغام الٰہی کو امت تک پہنچایا۔اور پوری انسانیت کیلئے اس حجت کو تام کرنے کے بعد اعلان فرمادیا کہ جو میری اور میرے صحابہ کی پیروی کرے گا وہ ہی نجات پائے گا۔

آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں میں مختلف احوال سے متاثر ہوکر مختلف نظریات نے جنم لیا اور ان کو دین کے نام پر رواج دیا گیا ان کی فہرست بہت طویل ہے، مگر سرفہرست محرم الحرام اور اس مہینہ کے بارے میں افراط وتفریط پر مشتمل مختلف نظریات وعبادات ہیں جو مرور زمانہ کے ساتھ مزید بڑھتی جارہی ہیں، عوام تو عوام، خواص بھی اس مہینہ کی اہمیت اور فادیت سے نابلد ہیں ،صرف سنی سنائی باتیں، گھڑے ہوئے نظریات ہی کو محرم کی فضیلت وعبادات مان لیا گیا ہے۔

محرم الحرام میں جو اہم واقعات پیش آئے انمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا دسویں محرم کو اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا، اور تاریخ اسلامی کی ابتداء اسی مہینہ سے قرار پانا اور یکم محرم الحرام کو ثانی خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا قابل ذکر ہے۔مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ محرم الحرام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اور ان کی سیرت وکردار کے بارے میں کم ہی تذکرہ سننے میں آتا ہے۔باقی اس مہینہ میں عبادت کا طریقہ کیا ہے؟ آپ صل اللہ علیہ وسلم کا اس مہینہ میں معمول مبارک کیا تھا؟ ہمیں کن عبادات کا حکم دیا گیا؟ اس میں اجر وثواب کمانے کا کیا طریقہ ہے ؟ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی طرف ہماری نظر شاید ہی کبھی گئی ہو۔

ایسا مہینہ جو بنص حدیث رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا ہو اس میں عبادت کے بارے

میں ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے چند نمونے پیش کرتے ہیں محرم الحرام کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ وارد ہیں جن سے اس کی فضیلت، عبادت کا طریقہ اور اضافہ کی گئی رسومات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

محرم الحرام میں کثرت صیام کی فضیلت

حدیث مبارک میں ہے جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر روزہ رمضان کے بعد اللہ کے نزدیک محرم کا روزہ ہے، اور بہترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز ہے (مسلم)

گویا رمضان کے بعد ثواب کے اعتبار سے اگر کثرت سے کسی مہینہ میں روزے رکھنے کا ثواب ہے تو وہ محرم الحرام کا مہینہ ہے۔ لیکن پورا مہینہ نفلی روزے رکھنے کی بجائے مہینے کا اکثر حصہ روزے رکھنا زیادہ اولیٰ ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے، یہی سنت نبوی ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مہینے کے روزے رمضان علاوہ رکھے ہوں، اور نہ ہی کوئی مہینہ ایسا گزرا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینہ روزہ نہ رکھا ہو، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی گزاری۔ (مسلم)

اس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزہ نہیں رکھا، لیکن کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تھوڑے زیادہ روزے نہ رکھے ہوں۔

یوم عاشوراء

دس محرم الحرام کو یومِ عاشورہ کہا جاتا ہے، یہ دن بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل ہے۔ تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں، چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:۔

1......یوم عاشورہ میں ہی حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔2......حضرت ادریسؑ کو اسی دن آسمان پر اٹھایا گیا۔3......اسی دن حضرت نوحؑ کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

4......اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ''خلیل اللہ'' بنایا اور ان پر آگ گلزار بنی۔

5......اسی دن حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات دلائی۔ 6......اسی دن حضرت سلیمانؑ کو بادشاہت واپس ملی۔7......اسی دن حضرت ایوبؑ کو سخت بیماری سے شفا ہوئی۔ 8......اسی دن حضرت یونسؑ چالیس ۴۰ دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔ 9......اسی دن حضرت یوسفؑ کی ملاقات ایک طویل عرصہ کے بعد حضرت یعقوبؑ سے ہوئی۔ 10......اسی دن حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور اسی دن یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھائے گئے۔

نیز علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ان دس جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا اہم واقعات کی بنیاد پر اس دن کا نام عاشورہ رکھا گیا۔

بعض علماء کرام نے مذکورہ بالا اہم واقعات کے علاوہ کچھ اور واقعات بھی بیان کیے ہیں جو یوم عاشورہ سے متعلق ہیں مثلاً:۔

۱......اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین، قلم، حضرت آدمؑ وحواء علیہما السلام کو پیدا کیا۔

۲......اس دن قیامت قائم ہوگی۔ ۳......اسی دن حضرت موسیٰؑ پر توراۃ نازل ہوئی۔

۴......اسی دن حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوئی۔ ۵......اسی دن حضرت یوسفؑ کو قید خانہ سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔ ۶......اسی دن دنیا میں پہلی باران رحمت (رحمت کی بارش) ہوئی۔

۷......اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۸......اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو شہید کیا۔

۹......اسی دن قریش خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔

(معارف الحدیث ۱۶۸/۴ پیغام حق وصداقت صفحہ ۱۶۸)

۱۰......اسی دن حضرت یونسؑ کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اوران کے اوپر سے عذاب ٹلا۔

(معارف القرآن۔پ ۱۱ آیت ۹۸)

صوم عاشوراء

عاشوراء کے دن یعنی دس محرم الحرام کوزیادہ سے زیادہ عبادت میں مشغول ہونااورروزہ رکھنامسنون ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواس دن کے روزے کااھتمام دوسرے دنوں سے زیادہ کرتے دیکھااوروہ دن دسویں محرم کاہے،اوراس مہینے کابھی یعنی رمضان کا۔(صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے ،آپ نے یہودکودیکھاکہ وہ دسویں کوروزہ رکھتے ہیں،توآپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھاکہ یہ کیاہے؟تویہودیوں نے جواب دیایہ بہترین دن ہے،یہ وہ دن ہے جب بنی اسرائیل کواللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں سے نجات دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا،آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایامیں زیادہ حق دارہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے،آپ صل اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھااوراس دن روزہ رکھنے کاحکم دیا۔(صحیح بخاری)

اس دن کے روزے کی بہت فضیلت ہے گویارمضان کے بعدسب سے زیادہ اجروثواب کاباعث یوم عاشوراء کاروزہ ہی ہے،جومحرم میں کثرۃ صیام کااھتمام نہ کرسکے وہ کم ازکم یوم عاشوراء کے روزے سے محروم ہوکراس کی برکت وثواب سے محروم نہ،جس کی فضیلت کے بارے میں یہی کافی ہے کہ وہ گذشتہ سال کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں،جیساکہ حدیث شریف میں مروی ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ دس محرم کا روزہ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ گذشتہ پورے سال کے روزوں کا کفارہ ہو جائے۔(صحیح مسلم)

لیکن مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ دسویں کے روزہ کے ساتھ ایک اور روزہ نویں کا یا گیارہویں محرم کا ملا لیں تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود دسویں کو عید سمجھتے تھے، نبی صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی دسویں کو روزہ رکھو اور ایک اور دن ساتھ ملا لو۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی رکھنے کا حکم فرمایا، تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ دن ہے جس کی تعظیم یہود و نصاریٰ کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کے روزے کو ساتھ ملائیں گے، راوی فرماتے ہیں کہ آیندہ سال (عاشوراء سے پہلے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔(صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہو کہ زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ نویں کا روزہ دس محرم الحرام کے ساتھ ملا کر رکھنا زیادہ اولیٰ ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے نہ رکھ سے تو گیارہویں محرم کا روزہ دس کے ساتھ ضرور رکھے تا کہ مخالفت یہود ہو جائے۔

اس کے علاوہ علماء نے یوم عاشوراء کثرت ذکر، تلاوت قران کریم اور درود شریف جیسی عبادات کو کثرت سے کرنے کو باعث اجر و ثواب لکھا ہے، اور اسلام کا طرہ امتیاز ہی اہم دن کے موقع پر عبادت میں مشغول ہونا ہے، جس پر آیات قرآنی اور احادیث نبویہ بکثرت وارد ہوئی ہیں،

اس تناظر میں بھی اگر دیکھا جائے تو محرم الحرام میں رائج رسومات و بدعات سے بچنے اور سیدھے راستے پر چلنے کا طریقہ صرف اور صرف وہ عبادات ہیں جو سنت نبوی سے ثابت ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

مناقب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا حسین کی شہادت عظیم مصائب میں سے ہے کیونکہ حضرت حسین اوران سے پہلے حضرت عثمان کی شہادت اس امت کے اندر فتنوں کا سب سے بڑا سبب ہے اور جن لوگوں نے انہیں شہید کیا وہ خدا کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں (مجموعہ رسائل کبیر ص ۳۰۱)

حضرت حسین کے ساتھ جن ظالموں نے زیادتی کی اس کا سرغنہ ابن زیاد تھا اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں اسے نمونہ عبرت بنایا وہ اوراس کے ساتھی ابراہیم بن مالک اشترا کے ہاتھوں (۶۶ھ) موصل میں قتل کیئے گئے عمارۃ بن عمیر کہتے ہیں:

جب ابن زیاد اوراس کے ساتھیوں کا سر لایا گیا اوران سب کو مسجد کے ایک صحن میں ساتھ ساتھ رکھا گیا تو میں گیا وہاں لوگ کہہ رہے تھے کہ آ گیا آ گیا اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ نکلا اور وہ ان کے سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ نکلا اور کہیں غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد لوگوں نے پھر کہا وہ آیا وہ آیا چنانچہ دو تین مرتبہ اس طرح سانپ آتا رہا۔

(جامع ترمذی ج۲ ص۲۱۹)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

یہ درحقیقت چاہ کندراچاہ درپیش کی کھلی ہوئی مثال ہے یعنی اگراس نے حسین کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو خدا نے اس کے سر کی بے حرمتی اس جانور کے ذریعہ کرائی جو حدیث کی نص سے قبروں میں معذبین پر مسلط کیا جاتا ہے بندوں کی بے حرمتی سے خدا کا کسی کی بے حرمتی فرمانا کہیں زیادہ اشد ہے۔العیاذ باللہ تعالیٰ

(شہید کربلا ص۱۳۳)

یہ عبرتناک سزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ گستاخی سے پیش

آتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ اشد ہے جو اس قسم کے گستاخوں کو اپنی لپیٹ میں لے گا (اعاذنا اللہ تعالیٰ)

حضرت امام حسینؓ یزید اور اس کے کارندوں کے کردار سے سخت نالاں تھے آپ کے نزدیک اس کی حمایت ایک جرم تھا اور آپ کو معلوم بھی ہو چلا تھا کہ اس راہ میں جان بھی جاسکتی ہے تاہم آپ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے کیونکہ آپ کو اپنے موقف کی سچائی اور اس کے حق ہونے کا پورا پورا یقین تھا ۔حضرت تھانویؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ دین کے کام میں اگر ایک شخص اپنے نزدیک حق پر ہو تو اسے کسی کی مخالفت کا خوف نہ کرنا چاہیے چاہے سارے مسلمان اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور کچھ لوگ جان وآبرو کے بھی درپے ہو جائیں دین کے مقابلہ میں اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیے آخر موت تو ایک دن آئے ہی گی پھر دین پر جم کر آجائے تو اس سے کیا بہتر ہے

(وعظ ۔حقیقت الصبر ص ۴۱)

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت امام حسین محض اس لیے یزید کے مقابلہ پر نکلے کہ آپ حکومت کے خواہش مند تھے اور کاروبار حکومت کے دلدادہ تھے ان کا کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

ایک شخص ایک روز کہنے لگا کہ امام حسینؓ دنیا کے واسطے لڑے تھے میں نے کہا یہ غلط ہے وہ حضرات دنیا کے طالب ہرگز نہ تھے بہت سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ سلطنت تو دنیا نہیں آیت: الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوۃ اس کی واضح دلیل ہے

(افاضات ج ۵ ص ۲۲۸)

حضرت حسینؓ کو بھی اپنے بھائی حضرت حسنؓ کی طرح عبادت کا بہت شوق تھا آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی کو بنایا تھا تمام عبادات میں نماز آپ کو بہت محبوب تھی آپ بکثرت نمازیں پڑھا کرتے تھے اور روزہ بھی بکثرت رکھتے تھے،

آپ نے بیس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے آپ ہر نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے آپ اپنے بھائی کی طرح غرباء ومساکین کا بہت خیال رکھتے تھے اور جو کچھ آتا آپ ان پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

علامہ عزالدین ابن اثیر لکھتے ہیں:

کان الحسین رضی اللہ عنہ فاضلا کثیرا لصلوۃ والصوم والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعھا (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۸)

حافظ ابونعیم اصبہانی (۴۳۰ھ) لکھتے ہیں

کان تقیا نقیا فی ذات اللہ مجدا قویا ذالسان وبیان ونجدۃ وجنان

(معرفۃ الصحابہ ج ۲ ص ۹)

حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

وکان الحسین دینا کثیرالصوم والصلوۃ والحج (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۷۸)

حضرت حسین دیندار صوم وصلوۃ اور حج کی کثرت رکھنے والی ہستی تھے

حضرت امام نووی ۶۷۶ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

الحسین بن علی بن ابی طالب الھاشمی ابو عبداللہ سبط رسول اللہ ﷺ وریحانتہؓ وھو واخوہ الحسن سید ا شباب اھل الجنۃ ......مصعب قال حج الحسین خمسا وعشر ین حجۃ ماشیا قالو اوکان الحسینؓ فاضلا کثیر الصلاۃ والصوم والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعھا

(تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۶۳)

حضرت حسین میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک مرتبہ آپ گھوڑے پر جارہے تھے غرباء کی ایک جماعت کو دیکھا کہ زمین پر بیٹھی روٹی کھارہی ہے آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے آپ کو پہچان لیا اور کہ اے رسول للہ کے بیٹے تشریف لا یئے آپ گھوڑے سے اتر پڑے اوران کے ساتھ وہیں زمین پر بیٹھ کر کھانے لگے،

آپ نے اس وقت یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

(الجوہرۃ ج ۲ ص ۲۱۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرت امام حسین کی حکایت ہے کہ آپ کے یہاں چند مہمان تھے کھانے کا وقت آیا غلام

کھانا لایا اتفاق سے شوربے کا پیالہ لیے ہوئے تھا کہ فرش پر پاؤں پھسلا پیالے میں سے گرم شوربا آپ کے چہرہ مبارک پر گر پڑا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسا منظر تھا اس وقت کے اہل جاہ اپنے دل ٹٹولیں کہ ایسے موقع پر وہ کیا کرتے ہیں آپ نے کچھ نہیں کیا مگر مصلحت کے تعلیم نظر تادیب سے اس کی طرف دیکھا اس کی زبان پر فوراً یہ جاری ہو گیا

﴿والکاظمین الغیظ﴾ اللہ کے خاص بندے غصہ کو پینے والے ہیں آپ نے فرمایا ﴿کظمت غیظی﴾ کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا۔

پھر غلام نے کہا ﴿والعافین عن الناس﴾ اور وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ﴿عفوت عنك﴾ کہ میں تجھے معاف کیا پھر اس نے کہا

﴿واللہ یحب المحسنین﴾ اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿قد اعتقتك لوجه الله﴾ کہ میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کیا۔

(وعظ۔ الھوی والھدی ص ۲۳)

حضرت حسین حضور ﷺ کے وصال کے وقت چونکہ سات سال کے تھے اس لیے آپ کو حدیث سننے کے مواقع بہت کم ملے اور اس عمر میں سنے بھی ہوں تو پھر یاد رکھنا بھی کچھ آسان نہیں ہوتا حضرت حسین سے آٹھ روایتیں ملتی ہیں آپ نے حضور ﷺ کی احادیث یاد رکھیں اور اسے آگے پہنچایا۔ (الاصابہ ج ا ص ۳۳۱) حافظ ابن عبد البر نے آپ سے حضور ﷺ کی روایات نقل کیں ہیں

آپ نے حضرت علی حضرت عمر فاروق حضرت فاطمہ وغیرہم سے بھی روایات لیں ہیں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے صاحبزادے علی اور زید آپ کے بھائی حضرت حسن صاحبزادی سکینہ اور دیگر حضرات ہیں

(تہذیب ج ۴ ص ۳۴۵)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت دیکھئے یہ روایت آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ آپ سے نقل کرتی ہیں

عن فاطمه بنت الحسين عن ابيها قال قال النبی ﷺ من اصيب بمصيبة فذكر مصيبة فاحدث استرجاعا وان تقادم عهدها كتب الله له من الاجر مثله يوم اصيب (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۶) امام احمد نے بھی یہ روایت آپ سے نقل کی ہے (مسند احمد ج ا ص ۳۳۱)

حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں آپ سے مروی روایتوں کو کئی جگہ نقل کیا ہے ان میں آپ حضرت علی اور حضور ﷺ کے مولی ابورافع سے روایت کرتے ہیں تاہم بعض روایات آپ سے براہ راست بھی ملتی ہیں:

☆......عن فاطمة بنت حسين عن ابيها حسين بن علی قال قال رسول الله ﷺ للسائل حق وان جاء علی فرس (مسند احمد ج ا ص ۳۳۰)

☆......علی بن حسين عن ابيه (حسين بن علی) ان النبی ﷺ قال البخيل من ذكرت عنده ثم لم يصل علی صل الله عليه و سلم (مسند احمد ج ا ص ۳۳۱)

☆......عن حسين بن علی قال قال رسول الله ﷺ ان من حسن اسلام امرء قلة الكلام فيما لا يعنيه (ایضاص ۳۳۱)

☆......عن ربيعة بن شيبان قال قلت للحسين بن علی ماتعقل عن رسول الله ﷺ قال صعدت معه غرفة الصدقة فاخذت تمرة كا كلتها فی فی فقال النبی ﷺ القها فانها لاتحل لنا الصدقة (ایضا)

☆......عن الحسين بن علی عن النبی ﷺ قال الحرب خدعة (مسند بزار)

☆......عن الحسين بن علی عن النبی ﷺ حديثا ابن صائدا اختلفتم و نا بی اظهركم فانتم بعدی اشد اختلافا (استیعاب ج ا ص ۱۴۵)

حضرت حسینؓ کو حضور ﷺ کے حلیہ مبارک اور سیرت مبارکہ معلوم کرنے کا بہت شوق تھا آپ زیادہ سے زیادہ حضور ﷺ کے بارے میں جاننے کی طلب رکھتے تھے اور اس بارے میں آپ اپنے بھائی حضرت حسن پر سبقت لے گئے تھے اس بات کی شہادت خود حضرت حسن نے دی ہے آپ کہتے ہیں: میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک پوچھا اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت کثرت اور بہت اچھی طرح بیان کرتے تھے مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ میرے سامنے بھی اس کا بیان کریں چنانچہ آپ نے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا......حضرت حسن کہتے ہیں کہ میں نے ایک عرصہ تک حضرت حسین سے اس کا ذکر نہیں کیا جب ایک عرصہ کے بعد ان کو یہ بات بتلائی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس بات کو سن چکے تھے اور یہی نہیں کہ انہوں نے ماموں سے سنایا

بلکہ حضرت علی سے حضور ﷺ کے گھر جانے اور واپس آنے اور اس کا طرز وطریقہ بھی تفصیل سے معلوم کر چکے تھے۔(شمائل ترمذی ص۲۴)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں

حضرت حسین صحابی ہیں اور بلاشبہ صحابی ہیں صاحب روایت صحابی ہیں اور اہل بیت صحابی ہیں تو بلاشبہ وہ تمام آثار ولوازم صحابیت اور تمام حقوق ان کے لیے ماننے پڑیں گے جو کتاب وسنت نے مقام صحابیت کے لیے ثابت کیے ہیں اور ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطور عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ سیدنا حسین بوجہ صحابی ہونے کے عدول پاک باطن صاف ظاہر محبت جاہ ومال سے بری ہوس اقتدار سے بالاتر اور تمام ان رذائل نفس سے پاک تھے جوان مقدس سین سے بنص کتاب وسنت دھودیئے گئے پھر حضرت حسینؓ نہ صرف صحابی رسول ہیں بلکہ قرابت نبوی کی خصوصیت سے بھی مالا مال ہیں جو اہل بیت کا مخصوص حصہ تھا اور اس کی بناء پر ان کی قلبی تطہیر اور رجس ونجس باطن سے پاکی اور بھی زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے......اور قلبی تطہیر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ قلب دنیاوی رذائل حب جاہ ومال اور ہوس اقتدار وریاست سے بری ہو جائے اور آدمی عبدالدینار وعبدالدراہم نہ رہے اس لیے حضرت حسین کے صحابی ہونے کے علاوہ اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے بھی بلاشبہ ان کا ان رذائل سے قلب پاک اور بری مانا جانا بطور عقیدہ کے ضروری ہے(شہید کربلا ۷۸)

اس لیے ان کی توقیر وتعظیم واجب ان کے حق میں بدگوئی حرام ان سے حسن ظن اور ان پر اعتماد وثقہ لازم اور ان سے رضا بلا تخصیص واستثناء بوجہ رجائے الٰہی ورضا نبوی کے ضروری ہے ان کی بدگوئی کرنا یا ان پر زبان طعن وملامت دراز کرنا یا ان پر نکتہ چینی کرنا ممنوع شرعی ٹھہرا کہ ہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے جس پر قدیما وحدیثا علماء عرفاء فقہا محدثین اور صوفیاء تو ارث کے ساتھ جمے چلے آرہے ہیں اور اسی کو قرآن وحدیث کی رو سے اپنا قطعی عقیدہ جانتے ہیں (ایضاص ۶۲)

حضرت حکیم الاسلام آگے لکھتے ہیں:

حضرت حسینؓ جزو رسول ہونے کی وجہ سے انہیں اخلاق نبوت سے جو خلقی اور فطری مناسبت ہوسکتی ہے وہ یقیناً دوسروں کے لحاظ سے قدرتا امتیازی شان لیے ہوئے ہونی چاہیے اور اس مناسبت کے معیار سے اگر دوسروں کی رسائی بڑے بڑے مجاہدات وریاضات اور مدتوں کی صحبت ومعیت کے

بعد ممکن تھی تو اہل بیت اور بالخصوص حضرات حسنینؓ کے لیے وہ اس خلقی مناسبت کے سبب زیادہ مجاہدہ اور طول صحبت کی متقاضی نہ تھی اور لوگ تو بیرونی مجالس اور مجامع ہی میں اللہ کے رسول کی صحبت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ان اہل بیت کو اندرون خانہ بھی یہ دولت نصیب تھی۔

اس لیے نبوت کے اخلاقی رنگ سے جس قدر وہ ہم آہنگ ہو سکتے تھے دوسروں کے لیے اتنے مواقع نہ تھے اسی لیے بحیثیت اہل بیت نبوی ہونے کے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارہ میں مخصوص فضائل و مناقب کی روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں کہیں ان کو سید اشباب اہل الجنۃ فرمایا گیا کہیں ان کو حضور ﷺ نے اپنا محبوب ظاہر فرما کر اللہ سے درخواست کی کہ آپ بھی انہیں اپنا محبوب بنالیں کہیں ان سے حضور ﷺ نے اپنی محبت کا برسر منبر اعلان فرما کر دعا مانگی کہ یا اللہ! جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت فرما یعنی محبّ حسین کو محبوب خداوندی ہونے کی دعا اور بشارت دی نیز وہ حضور ﷺ کی افضل بنات حضرت فاطمۃ زہراءؓ کے جگر گوشہ ہیں اسلئے ان کی محبوبیت یوں بھی دہری ہو جاتی ہے اور اس لیے ان پر طعنہ زنی اور اتہام تراشی کرنے والا صرف حسین ہی کو ستانے والا نہیں بلکہ حضرت زہراءؓ کو ایذاء پہنچا رہا ہے جو انجام کار اللہ کے رسول کو ایذاء رسانی ہے جیسا کہ فاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی (فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا)

سے ظاہر ہے پس جبکہ حضرت حسین کے شرف صحبت و صحابیت قرب قرابت اور حضور ﷺ سے صورتاً و سیرتاً شبیہت کی وجہ سے اور بھی حقوق بڑھ جاتے ہیں تو ان کی ذات گرامی پر مخلصانہ اعتنا و اعتقاد اور بھی زیادہ واجب اور ضروری ہو جاتا ہے (ایضاص ۷۹) آپ مزید لکھتے ہیں

حضرت حسین کی پوری زندگی محبت نبوی کی وجہ سے غیرت و حمیت سے معمور ہے جس سے اخذ حقوق اور دفع مظالم کے افعال کا ظہور ہوا حتیٰ کہ اسی دفع مظالم اور رد منکرات کے کاموں میں اپنی جان پاک بھی جان آفرین کو دے کر شہادت عظمیٰ کے مقام پر جا پہنچے (ایضاص ۱۲۴)

ارباب سیر اس پر متفق ہیں کہ حضرت حسین بڑے فاضل تھے اور علم و فضل میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے بہت سے لوگ آپ سے مسئلہ پوچھتے اور آپ ان کے فقہی سوالات کے جوابات دیتے تھے حافظ ابن قیم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو فتویٰ دیتے تھے تاہم ان کی تعداد کم روایت ہوئی ہے۔ (مناقب سیدہ فاطمہؓ ،، مولانا اقبال رنگونی صاحب)

حادثہ کربلا

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

(پسند فرمودہ: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا، اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے۔ لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جن کو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا، اور ہزاروں اُسوہ ہائے حسنہ مخفی تھے جن کو آنسوؤں کے سیلاب بہالے گئے۔

اس لئے اب ہم کو قدیم زمانے کی مجلس ہائے ماتم میں ایک نئے حلقۂ ماتم کا اضافہ کرنا چاہئے، اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے اُبل رہا تھا، اس کو کچھ دیر کے لیے ملتوی کر کے خود واقعۂ شہادت کو اسرارِ شریعتِ اسلامیہ کا سر چشمہ بنانا چاہئے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے اُمت محمدیہ کو اسی قسم کے طریقِ ماتم کی ہدایت فرمائی ہے۔

اسلاف پرستی کے غیر اسلامی طریقے

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اسی بناء پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے، اور ان کے اعمال کا آئندہ نسل کی عبرت و بصیرت کے لئے زندہ رکھنا چاہا ہے۔ لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا، وہ وہی ہے جس کی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی، اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اُسی کو سمجھنا چاہئے۔ پہلی اس لئے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی، اور آخری اس لئے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں اب تک چھوڑ گئی ہے۔

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جس کی بنا پر مشاہیر ملک وقوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بنائے جاتے ہیں اور ان کو اس لیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ ان کے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر

کی یاد دلائی جائے اوران کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ملے۔

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہو چکے تھے اوران کی علانیہ پرستش کی جاتی تھی۔لیکن یونان ومصر نے ان مجسموں پر تمدن وتہذیب کا آب ورنگ چڑھا کران کواور بھی شاندار ودلفریب بنادیا۔آج یورپ بانیان تہذیب وتمدن کے دیوتاؤں کی جونمائش مجسموں کی شکل میں کررہاہے،ان کے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ہندوؤں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جوصفیں نظر آ رہی ہیں، ان میں بھی اُسی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

اسلامی انقلاب

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جوتوحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اورانسانی عظمت کی ان تمام راہوں کا ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کردینا چاہتا تھا، جوکسی حال میں بھی الٰہی عظمت کے نقطہ تک پہنچ سکتی تھیں یا قریب ہوسکتی تھیں، پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر وبقائے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کر سکتا تھا جس میں پڑ کر دنیا بار بار ٹھوکر کھا چکی تھی۔اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالی،اور ہر عمل کی حقیقت وروح کو لے لیا اور غیر مناسب وموزوں جسم ولباس کو چھوڑ دیا

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تھا، وہ دفعتہً چاک چاک ہو گئے، جہالت نے جن موتیوں کو پتھروں کے ڈھیر میں گم کردیا تھا، وہ ان سے الگ ہوکر دنیا کے دامن مراد میں آ گئے، غیر معتدل تمدن نے جن کھلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما چادروں کے آب ورنگ میں رازِ سربستہ کی طرح مقفل کردیا تھا، وہ یکسر فاش ہوگئے،اور حقیقت، آفتاب کی طرح علانیہ بے نقاب ہوکر ہر انسان کو نظر آ گئی۔قرآنِ حکیم نے اسی انقلاب کوان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ،وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْااَوْلِیَائُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ (بقرہ ۲۵۸)

ترجمہ: ’’خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے، ان کو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکال کر فطرۃ صالحہ کی ربانی روشنی میں لاتا ہے، مگر کفار کے دوست ان کے طاغوت ہیں، جو ان کو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکال کر (جہل وضلالت) کے اندھیروں کی طرف لے

جاتے ہیں۔''

قیام یادگار کا اسلامی طریقہ

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جس کی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے، اور مشاہیر پر ماتم کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ قدماء کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانۂ قدیم سے چلا آتا تھا، اسلام نے اس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس لئے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی، کیونکہ وہ بت پرستی تک منتج ہوتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا، مگر اس لئے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیا، اور ان کے اثر کو اس طرح حی و قائم کر دیا کہ ہر مومن کے آگے ان کی عملی زندگی کے نمونے پیش کر دیئے اور کہا کہ دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آؤ تو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو۔ ساتھ ہی تشریح کر دی کہ صراط مستقیم انبیاء صدیقین شہدا، اور صالحین کی راہِ علم و عمل ہے۔ اور اس لئے ان کے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہئیں۔

پس ماتم کی رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا، اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں پر نظر فریب رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کر دیا تھا، اسلام نے ان سب کو چاک چاک کر دیا، اور مغزِ حقیقت جن چھلکوں میں چھپا ہوا تھا، ان سے نکل کر علانیہ آشکارا ہو گیا۔

قرآنِ حکیم میں انبیائے سابقین کے جو قصص مذکور ہیں، اُن کے اندر در حقیقت انہیں بصائر و حکم کی روح مضمر ہے جو مجسموں کے قالب میں حلول کر کے بالکل بے اثر، اور محض ظاہر فریب ہو جاتی تھی۔ قرآن مجید قدماء اکابر کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو ''اُسوہ حسنہ'' کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے، اور مسلمانوں کو جا بجا اس پر توجہ دلاتا ہے۔ چنانچہ تم بار بار انہیں صفحات پر پڑھ چکے ہو کہ اس نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نمونۂ حیات کو مسلمانوں کا قبلۂ وجوہ و کعبۂ انظار قرار دیا

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَه (ممتحنه ۴)

ترجمہ: ''تمہارے لیے حضرت ابراہیم کی حیات طیبہ میں، اور ان کی زندگی میں جو ان کے ساتھی ہیں، پیروی کے لئے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔''

واقعۂ شہادت کی بصیرتیں

اس بناپر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے، جو اسلاف پرستی کی صحیح اصول پر تعلیم دیتا ہے، اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہئے کہ حضرت امام حسینؓ کے واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبداد شکنی، قیام جمہوریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں، ان کی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں، اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں ساری و جاری کر دیں۔

لیکن ان بصیرتوں کے علاوہ حضرت امام حسینؓ کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بھی موجود ہے، جس کا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی آخری کڑی اسلام کی تکمیل سے جا کر مل جاتی ہے۔

مذہب کی ابتدائی تاریخ اور عالم بے کسی

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتداء عجیب بیکسی کی حالت میں ہوئی۔ ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک، بھائی کو بھائی کا حامی، بی بی کو شوہر کا مددگار پایا ہے۔ لیکن صرف مذہب ہی کا روحانی عالم ایک ایسا عالم ہے، جہاں باپ کو بیٹے نے، بھائی کو بھائی نے، شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ ان کی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے۔

یہی سبب ہے کہ خاندانِ نبوت ہمیشہ عزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کی دعوتِ توحید دی اور قوم نے فرطِ بغض و عناد سے ان کی دعوت حق کو رد کر دیا، ان سے علیحدگی اختیار کر لی، اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْٓ اِلَّا فِرَارًا وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا (نوح ۵. ۷)

ترجمہ: ''نوح نے عرض کیا! خداوند! میں نے شب و روز دعوت حق کی، لیکن اُسکا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھ سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب جب ان کو تیری مغفرت کے لئے پکارا، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں، اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے کہ اُن تک تیری

آواز نہ پہنچ جائے آہ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی!''

لیکن اس پیغمبرانہ آواز کی صدائے بازگشت صرف ان کی قوم ہی کے در ودیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہیں آئی بلکہ خود ان کے گھر کے در ودیوار نے بھی اس کو ٹھوکر لگائی، اور خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ یعنی ان کے بیٹے نے بھی اس نور کو قبول نہ کیا۔ آخری وقت میں حضرت نوح علیہ السلام نے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا، لیکن اس وقت بھی اس کے گوشِ نصیحت نیوش وا نہ ہوا۔ اس لئے وہ بھی تمام قوم کے ساتھ عذاب الٰہی کی طوفان خیز موجوں میں بہہ گیا۔

وَنَادٰی نُوحُ اِبْنَہٗ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یٰا بُنَیَّ اِرْکَبْ مَعَنَا وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکٰفِرِیْنَ، قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اَلَّا مَنْ رَحِمَ، وَحَالَ بَیْنَھُمُ الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ (ھود ۴۲۔۴۳)

ترجمہ: ''اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے ان سے علیحدہ تھا پکارا کہ اپنے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا، اور کافروں کا ساتھ نہ دے۔ اس نے کہا میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچالے گا۔ نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے۔ آج خدا کے عذاب سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ مگر جس پر اس کی رحمت ہو جائے (چنانچہ نوح کی پکار کچھ بھی سودمند نہ ہوئی) اور اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی، اور تمام لوگوں کے ساتھ وہ بھی ڈوب گیا۔''

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ ان کا ساتھ دیا، لیکن خود ان کی بی بی ان سے علیحدہ ہو کر تمام قوم کے ساتھ عذاب الٰہی میں شامل ہوگئی۔

قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمٍ مُجْرِمِیْنَ، اِلَّا آلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْھُمْ اَجْمَعِیْنَ، اِلَّا امْرَأَتَہٗ قَدَّرْنَا اِنَّھَا لَمِنَ الْغَابِرِیْنَ (الحجر ۵۸۔۶۰)

ترجمہ: ''فرشتگان عذاب نے کہا: ہم اس گنہگار قوم کو اس کے اعمال بدکار کا نتیجہ ان کو دکھلانے کے لئے بھیجے گئے ہیں ہمارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رہے گا، اور ان میں سے بھی ان کی بی بی تمام قوم کے ساتھ عذاب الٰہی میں شامل کر لی جائے گی

کیونکہ وہ بھی کافرہ ہے۔''

تاریخ مذہب میں انقلاب

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ان سے علیحدہ ہوگیا تھا، حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی نے ان سے کنارہ کشی اختیار کی لی تھی۔ لیکن اس دور ابراہیمی میں بیٹے نے باپ کی، بی بی نے شوہر کی، بھائی نے بھائی کی دعوت حق پر لبیک کی صدا بلند کی، اور اس دعوت کی اشاعت میں جو جو مصیبتیں ان پر پیش آئیں، ان میں برابر کے شریک رہے۔

(۱) سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس جہاد روحانی کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھ اپنے لختِ جگر کو ایک ''وادی غیر ذی زرع'' (ویران جگہ) میں ڈال دیا، جہاں کئی سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا، یہ اسی سخت امتحان کی پہلی منزل تھی، جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا۔ چنانچہ جب اس آخری امتحان کا وقت آیا تو انہوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیۡ اَذْبَحُکَ فَانۡظُرْ مَاذَا تَرٰی، قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ، سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ، فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیۡنِ وَنَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبْرٰہِیۡمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیۡنَ (الصّٰفٰت. ۱۰۲.۱۰۶)

ترجمہ: ''جب اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو انہوں نے ایک دن کہا اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں۔ (میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرہ ہے) تم بھی اس پر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ بیٹے نے بلا تامل کہا: اے میرے باپ! اس خواب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی جانب سے ایک اشارہ ہے۔ آپ حکم الٰہی کو پورا کیجئے مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں اور ثابت قدموں میں پایئے گا۔ جب باپ بیٹے دونوں خدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کے لئے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اس وقت ہم نے آواز دی اے

ابراہیم! بس کرو، تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا ہم صاحبانِ احسان کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔ دراصل یہ ایک بہت ہی بڑی قربانی تھی (جس کی تعمیل کے لئے تم تیار ہو گئے تھے)۔''

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کے خاندان کی اعانت ورفاقت شریک رہی۔ چنانچہ جب ان کو شعلۂ طور کی زبان نے بشارت نبوت دی، تو ان کی بی بی ان کے ساتھ تھیں بلکہ انہیں کے لئے وہ آتشکدۂ طور سے آگ لینے گئے تھے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا، قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (القصص. ۲۹)

ترجمہ: ''جب موسیٰ نے مدت مقررہ پوری کر لی اور (مدین سے) اپنی بی بی کو لے کر چلے تو ان کو کوہ طور کے دامن میں آگ کی روشنی نظر آئی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، اس کا پتہ لگاتا ہوں شاید کوئی خبر مل جائے، تمہارے تاپنے کے لئے آگ حاصل کرسکوں۔''

لیکن وادی ایمن میں جا کر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق خاطف تھی جو فرعون کے خرمنِ ظلم واستبداد پر گرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کی صورت میں ان کو یہ صاعقۂ ہلاکت دیا اور انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی اعانت کا سوال کیا، تو خدا نے اس کو پورا کیا۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا (القصص. ۳۵)

ترجمہ: ''خدا نے کہا میں تیرے دست و بازو کو تیرے بھائی کی اعانت سے قوی کر دوں گا اور تم دونوں کو فرعون پر غالب کروں گا۔''

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرت موسیٰ کا ساتھ دیا، اور وہ دعوت موسوی کے ہمیشہ شریک وامین رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی۔

(۳) پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کی مرضی پر قربان کرنا چاہا تھا، لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے قربانی کے جامِ مقدس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کے لیے سولی کا جو تختہ تیار کیا گیا تھا، اس کی طرف بلا کسی باک کے بڑھے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء. ۱۵۷)

ترجمہ: ''اور ان لوگوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ پھانسی دی، بلکہ ان پر اس قربانی

کی حقیقت مشتبہ ہوگئی۔"

ماقبل زمانۂ اسلام میں قربانیوں کی نوعیت

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کی راہ میں جو قربانیاں ہوئی تھیں، وہ محض شخصی حیثیت رکھتی تھیں، یعنی انبیاءؑ نے شخصی طور پر خدا کی ذات پر اپنی اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تھا۔ جہاد کی یہ ابتداء تھی، مگر اس کی تکمیل شریعتِ اسلام پر موقوف تھی۔ چنانچہ اسلام نے جس طرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاہب کی تکمیل کی، اسی طرح جہاد کی حقیقت کو بھی مکمل اور واضح کردیا۔ اب تک کسی پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ شخصی طور پر بھی جو قربانیاں کی گئیں، وہ راہ ہی میں روک لی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لختِ جگر کو خدا کی نذر کرنا چاہا لیکن اس کا موقعہ ہی نہ آیا، حضرت عیسیٰؑ سولی کی طرف بڑھے لیکن بچا لئے گئے۔ آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اس میں شرکت بھی نہیں کی تھی اور اس کی کوئی نظیر تمام سلسلۂ انبیاءؑ میں نہیں نظر آئی تھی کہ صرف بھائی صرف بیٹا، صرف بیوی ہی نے مقصد نبوت میں ساتھ نہ دیا ہو بلکہ بلاتمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء وارکان راہ حق میں قربان ہوئے ہوں۔

حادثہ کربلا کی اہمیت

یزید کی شخصی خلافت کی بیعت کے لئے جو ہاتھ بڑھے تھے، وہ اسلام کی جمہوریت کا قلع قمع کرنا چاہیے تھے، اور مذہب کی قربانیاں صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے جب اُسوۂ ابراہیمی کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آ گیا تو خاندانِ نبوت کے زن و مرد، بال بچے، غرض ہر فرد نے اس میں حصہ لیا، اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش اب تک کالی تھی ان سے کربلاء کا میدان رنگ گیا۔ پس حضرت حسینؓ کا واقعہ کوئی شخصی واقعہ نہیں ہے۔ اس کا تعلق صرف اسلام کی تاریخ ہی سے نہیں، بلکہ اسلام کی اصل حقیقت سے ہے۔ یعنی وہ حقیقت جس کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذات سے ظہور ہوا تھا، اور وہ بتدریج ترقی کرتی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات تک پہنچ کر گم ہوگئی تھی، اس کو حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی سرفروشی سے مکمل کردیا۔

خاندانِ نبوت دنیا کے آباد کرنے کے لئے ہمیشہ اجڑتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھر بار چھوڑا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صحرانوردی کی اور نبوت محمدی کے متبعین میں سے حضرت حسینؓ نے میدان کربلا کے اندر اس خانہ ویرانی کو مکمل کردیا۔

شیخ الاسلام ابو علی حسین بن علی جعفیؒ

(۱۱۹ھ تا ۲۰۴ھ)

''ابو علی حسین بن علی جعفیؒ'' ان کی ولادت ۱۱۹ھ میں اور وفات ۸۴ کی سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ذھبی ''تذکرہ الحفاظ میں اور حافظ ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔شیخ الاسلام ابو علی جعفیؒ کوفی وہ حافظ مقری زاہد اور امام تھے۔

اعلمی کمال، زہد اور تقویٰ

یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ محمد بن رافع کہتے ہیں کہ انہیں اہل کوفہ کا راہب کہا جاتا تھا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ سے کہا گیا کہ حسین آئے ہیں، تو گویا وہ کود کر وہاں پہنچے قریب آ کر ان کا ہاتھ چوما اور بولے سب سے بہترین شخص کی تشریف آوری ہوئی ہے۔

انہی سفیان بن عینیہ کا کہنا ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو کہ کوفہ سے حسین کی پیشانی چومے بغیر لوٹ آئے۔

سفیان ثوری جب حسین کو دیکھتے تو ان سے گلے ملتے تھے۔

یحییٰ بن یحییٰ نیساپوری کہا کرتے تھے کہ اگر ابدال میں سے کوئی اگر دنیا میں باقی ہے تو وہ حسین جعفیؒ ہے۔

حجاج بن حمزہ کا کہنا ہے کہ میں نے حسین کو کبھی ہنستے اور مسکراتے نہیں دیکھا اور نہ میں نے ان سے کبھی کوئی ایسا کلمہ سنا جس سے ان کا دنیا کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہو۔

احمد بن عجلی کہتے ہیں کہ حسین ثقہ تھے ان سے افضل خوب صورت اور عمدہ لباس پہننے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

حمید بن ربیع خزاز کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے دس ہزار سے زیادہ احادیث لکھیں۔

خطیب بغدادی کی کتاب ''تاریخ بغداد'' میں وکیع بن جراح کے تذکرہ میں ابراہیم بن شماس کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں کسی چیز کی آرزو کرتا تو ابن مبارک کی عقل اور تقویٰ کی اور حسین جعفیؒ کے صبر کی آرزو کرتا۔ انہوں نے صبر کیا نہ شادی کی اور نہ ہی دنیا کی کسی اور چیز میں رغبت کی۔

عظمت صحابہ کرامؓ

بغض صحابہؓ کی وجہ سے آنکھیں باہر آنا:

علامہ امام ابن قیمؒ اپنی کتاب، کتاب الروح میں حضرت ابوالحسن مطلبی خطیب مسجد نبوی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا۔جس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں ۔ہم نے اس سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ''یہ تیری کیا حالت ہے؟''

وہ کہنے لگا۔'' آج رات کو خواب میں، میں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ۔میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم موجود ہیں ۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہی وہ شخص ہے جو ہمیں ایذا اور گالیاں دیتا ہے ۔ مجھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔

میں نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔بس یہ سنتے ہی حضرت علیؓ میری طرف لپکے اور اپنی دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے ۔بس یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کو میری آنکھوں میں چبھو دیا، جس سے میں بیدار ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔''

خطیب فرماتے ہیں، بس وہ شخص رو رو کر اس واقعے کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔

بغض صحابہؓ کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہو جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیاؒ حضرت امام محمد بن علیؒ سے نقل کرتے ہیں ۔انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا، اس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا

اور آدھا سفید۔ کہنے لگا کہ "اے لوگو! میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ او اللہ کے دشمن، او فاسق ! کیا تو ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو میری یہ حالت ہوگئی جو آپ لوگ مشاہد کرر ہے ہیں۔ (کتاب الروح لابن قیمؒ صفحہ ۲۳۲)

بعض صدیقؓ کی وجہ سے خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ امام ابن حجر مکیؒ اپنی مشہور کتاب الزواجر میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ الصالح عمرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں رہا کرتا تھا۔ عاشورا کے موقعے پر جہاں کچھ اعدائے صحابہؓ جمع ہوجایا کرتے تھے، میں ان کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ "مجھے محبت صدیقؓ کے بدلے کچھ چیز عطا کرو۔"

تو ان کے میں سے ایک آدمی نے جواب دیا۔ "تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا، چیز مل جائے گی۔" جب وہ فارغ ہوگئے تو ایک آدمی مجھے اپنے کمرے میں لے گیا۔ جب میں اس کے گھر میں گیا تو اس نے اندر سے دروازے بند کردیئے اور پھر مجھ پر دو نوکر مقرر کردیئے کہ اس کو خوب مارو تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازے سے باہر نکال دیا اور کہا "جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔"

وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے روتا ہوا مسجد نبوی ﷺ میں پہنچا اور روضہ مبارک کے سامنے روتا رہا ۔حتٰی کہ روتے روتے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان ٹھیک ہوگئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ کے فضل سے میرز بان بالکل درست تھی۔

اس واقعے سے میری محبت صدیقؓ سے زیادہ بڑھ گئی۔ جب دوسرا عاشورا آیا تو میں پھر ان کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ ان میں سے ایک نوجوان نکلا، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا۔ پھر ایک مکان کا دوازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہے۔

میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ

بتلانا۔ پھر اس نے کہا کہ ''پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا، اس نے محبت صدیقؓ کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اس نے کہا جب ہم نے اس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی، ہم سو گئے، یکا یک ہم نے رات کو ایک ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے۔ اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کر دیا۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری زبان کو محبت صدیقؓ کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔''

پس اس جوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔ (زواجر ابن حجر مکی، صفحہ ۱۹۳ ج ۲)

بے ادبی کرنے والے کافر ہو گئے:

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں طواف زیارت کو اسلئے کچھ مؤخر کر دیا کہ حضرت اسامہؓ کسی حاجب کی وجہ سے کہیں چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت اسامہؓ واپس لوٹے اور لوگوں نے دیکھا کہ چپٹی ناک اور کالے رنگ کا ایک لڑکا ہے تو یمن کے کچھ لوگوں نے حقارت کے انداز میں کہا کہ ''یہ اس چپٹی ناک والے کالے لڑکے کی وجہ سے آج ہم لوگوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے طوافِ زیارت سے روک رکھا تھا؟''

اس طرح یمن والوں نے حضرت اسامہؓ کی بے ادبی کی۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی اس بے ادبی کرنے کا وبال ہی تھا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد یمن کے یہ بے ادبی کرنے والے لوگ کافر و مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فوجوں نے ان لوگوں سے جہاد کیا تو کچھ ان میں توبہ کر کے مسلمان ہو گئے اور کچھ قتل ہو گئے۔ (کنز العمال، ج ۱۵، صفحہ ۲۴۳)

بغض صحابہؓ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابن عساکرؒ ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ مر گیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ ''اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی؟'' اس نے جواب دیا کہ ''میں نے اصحاب رسول ﷺ کی تنقیص کی تھی، اسی وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔'' (شرح الصدور للسیوطیؒ صفحہ ۴۲۵)

بغض صحابہؓ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت ابوصیر تیؒ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا ایک شخص مر گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور مذہب جہمیہ کو اسچھتا تھا۔اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے اوراس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اوراس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے ۔دیکھنے والے نے کہا ''تیرے ساتھ خدا نے کیا کیا ہے؟''

اس نے کہا'' مجھے بکر قیس اور عون اعسر کے ساتھ کر دیا ہے۔''اور یہ دونوں نصرانی تھے''۔

جاسوس اندھا ہو گیا:

ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس جارہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برأت ظاہر کرنے لگا ۔آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ ''اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے۔'' ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے۔

حضرت علیؓ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا:

علی بن زاز ان کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت بے باکی کے ساتھ کہہ دیا کہ ''اے امیر المؤمنین! آپ جھوٹے ہیں۔''

آپ نے فرمایا کہ ''اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔''

اس گستاخ نے کہہ دیا کہ ''آپ میرے لیے بددعا کر دیجئے، مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔''

اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔(ازالۃ الخفاء مقصد۲ صفحہ۲۷۳)

حضرت علیؓ کو برا کہنے کا وبال:

ایک قرشی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا، جس کا آدھا چہر سیاہ تھا۔وہ اسے چھپائے رکھتا تھا۔میں نے اس سے وجہ پوچھی تو بولا۔'

'میں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ مجھ سے اس کے بارے میں جو بھی پوچھے گا ضرور بتادوں گا۔میں حضرت علیؓ کو بہت برا کہتا رہتا تھا۔ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کسی نے آ کر کہا تو ہی مجھے برا کہتا رہتا ہے۔پھر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔صبح کو میں اٹھا تو جہاں طمانچہ لگا تھا وہ جگہ سیاہ پڑ گئی تھی اور اب بھی سیاہ ہے۔'' (کتاب المنامات)

بچوں کا صفحہ

امانت داری اور وفا داری

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے کہا کہ اس کو ایک ہزار دینار ادھار کے طور پر دے دیئے جائیں (بنی اسرائیل کے) اس آدمی نے کہا کہ گواہ لے آؤ تا کہ میں ان کو اس معاملہ پر گواہ بنالوں۔

اس نے کہا کہ میرے لیے اللہ ہی کفیل کافی ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، تو سچا ہے۔ چنا چہ اس نے ایک ہزار دینار مقررہ مدت کے لیے اس کو دے دیئے، پس وہ شخص بحری راستہ سے روانہ ہو گیا اور اپنی ضروریات کو پورا کیا، پھر اس نے سواری کے لیے کوئی کشتی وغیرہ تلاش کی تا کہ مقررہ مدت کے اندر اس کے پاس پہنچ سکے لیکن اس کو کوئی کشتی نہ ملی،

چنانچہ اس نے ایک لکڑی لے کر اس کو چھیلا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک رقعہ بھی اس صاحب کے نام رکھ دیا اور اس جگہ کو برابر کر کے مضبوطی سے بند کر دیا، پھر دریا کنارے آ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار بطور ادھار مانگے تھے اس نے مجھ سے کفیل کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا کفیل ہے، اس پر وہ راضی ہوا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگے تو میں نے یہی کہا تھا کہ میرے لیے اللہ ہی بطور گواہ کافی ہے اس پر وہ راضی ہو گیا، میں نے اس کی رقم اس تک پہنچانے کے لیے خوب کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے مگر مجھے نہ مل سکی، میں اس امانت کو تیرے حوالے کرتا ہوں (یہ کہہ کر) اس نے لکڑی دریا میں پھینک دی اور خود واپس چلا آیا اور اپنے شہر جانے کے لیے کوئی کشتی وغیرہ ڈھونڈنے لگا۔ ادھر وہ آدمی جس نے اس کو قرض دیا تھا دریا کے کنارے آیا کہ دیکھتے ہیں کہ کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہے یا نہیں؟ اچانک اس کو وہی لکڑی نظر آئی جس کے اندر مال موجود تھا، اس نے وہ لکڑی اٹھائی کہ گھر میں ایندھن کے طور پر کام آئے گی لیکن جب اس نے لکڑی کو کھولا تو اس میں مال اور ایک رقعہ دستیاب ہوا، پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص

بھی آ گیا جس نے اس سے قرض لیا تھا اس نے آ کر ایک ہزار دینار پیش کیے اور کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں کشتی کی تلاش میں برابر کوشش کرتا رہتا کہ تجھے تیرا مال دے سکوں لیکن اس کشتی سے پہلے اور کوئی کشتی مجھے نہ مل سکی جس پر سوار ہو کر حاضر ہو سکتا۔

اس نے کہا تو نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ اس کشتی سے پہلے جس میں سوار ہو کر آیا ہوں، مجھے کوئی کشتی نہیں ملی۔ اس نے کہا کہ تو پھر اللہ تعالیٰ نے تیرا قرض ادا کروا دیا ہے جو تو نے ایک لکڑی میں رکھ کر بھیجا تھا۔ لہذا تو اپنے یہ ہزار دینار لے اور واپس ہو جا۔ [اخرجہ البخاری (۱۴۹۸)]

اقوال سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ مروت یہ ہے کہ تو اپنے وعدے کو پورا کرے۔ اپنے کام کے صلے کی واجب سے زیادہ امید نہ رکھو۔ جس کام کی انجام دہی تمہارے لیے مشکل ہو تم اس پر قدرت نہ رکھتے ہو اس کی ذمہ داری اپنے سر کبھی نہ لو۔ شفیق ترین تیرا بھائی تیرا دین ہے۔ سردار بننا چاہتے ہو تو حرکت و عمل، جدوجہد کو اپنا معمول بناؤ۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری تعریف کریں تو نیک کام کرو۔ حماقت کیا ہے؟ کمینوں کا اتباع اور گمراہوں کی اطاعت۔ ہم نے جملہ عیش دنیاوی سے انتفاع کر لیا ہے اور اپنی تمنائیں اور آرزوئیں مٹا دی ہیں اور دوسروں کی تمنا پوری کرنے میں عمر وقف کر دی ہے۔ دولت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اس سے عزت و آبرو کو برقرار رکھ، چپ رہنے والا آرام سے رہتا ہے اور سلامتی اس کا ساتھ دیتی ہے۔ جو لوگ تمہارے دوست بننا چاہتے ہیں ان کے دوست بنو عامل کہلاؤ گے۔ تمہاری عمر برابر کم ہوتی جا رہی ہے جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کسی کی مدد کر جاؤ۔ تکبر سے دین اور ایمان جاتا ہے چنانچہ شیطان تکبر کی وجہ سے ہی مردود اور ملعون ہوا۔

ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

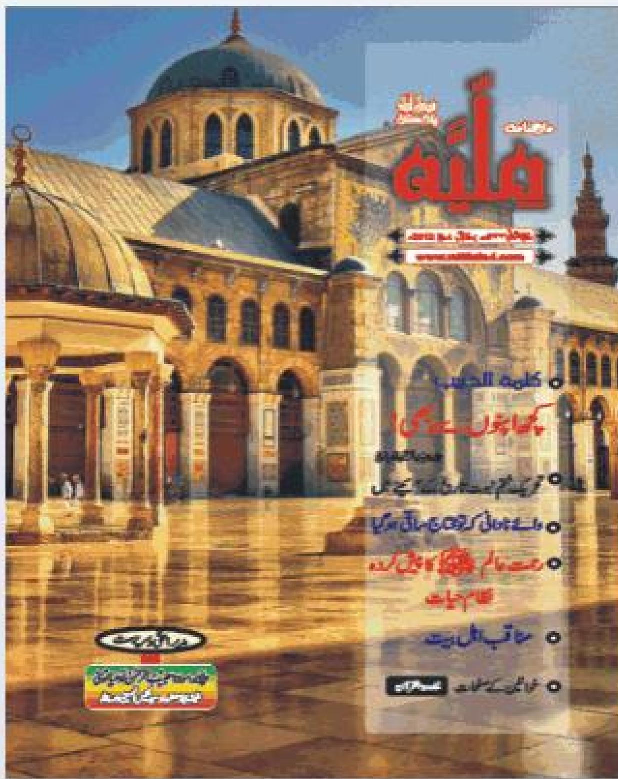
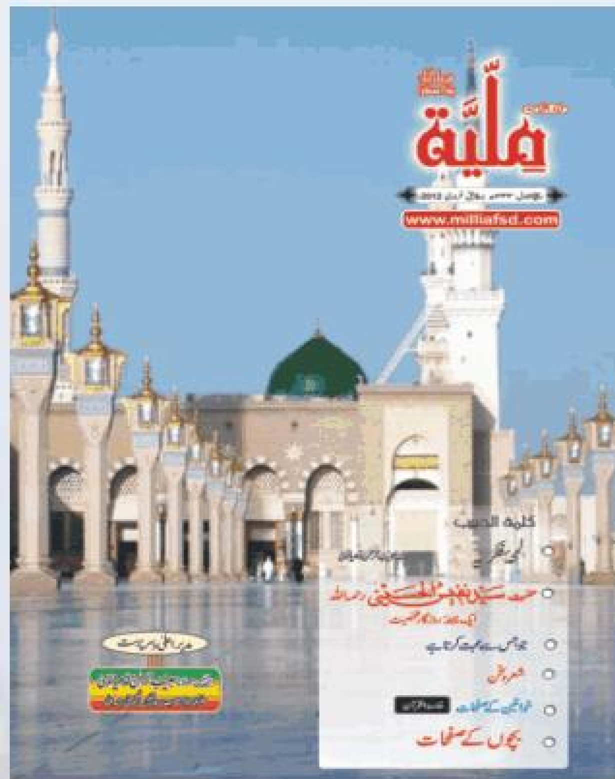
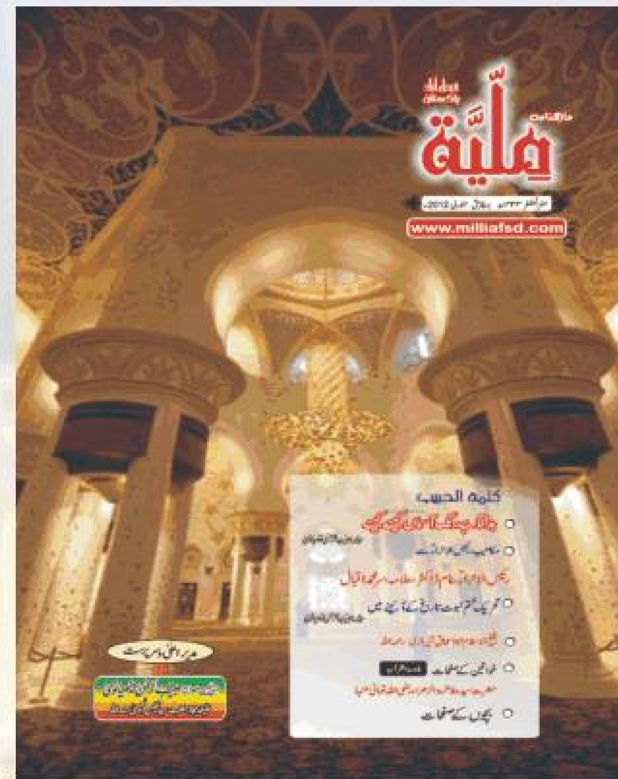
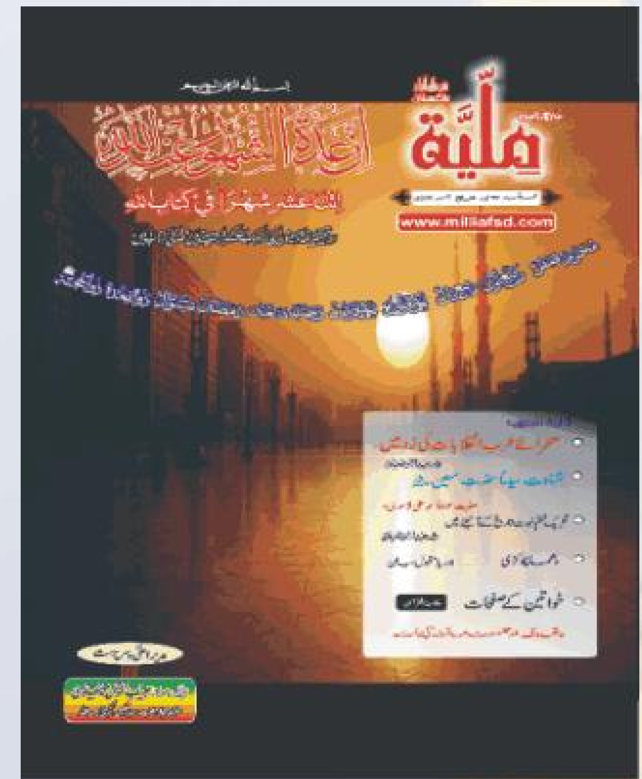
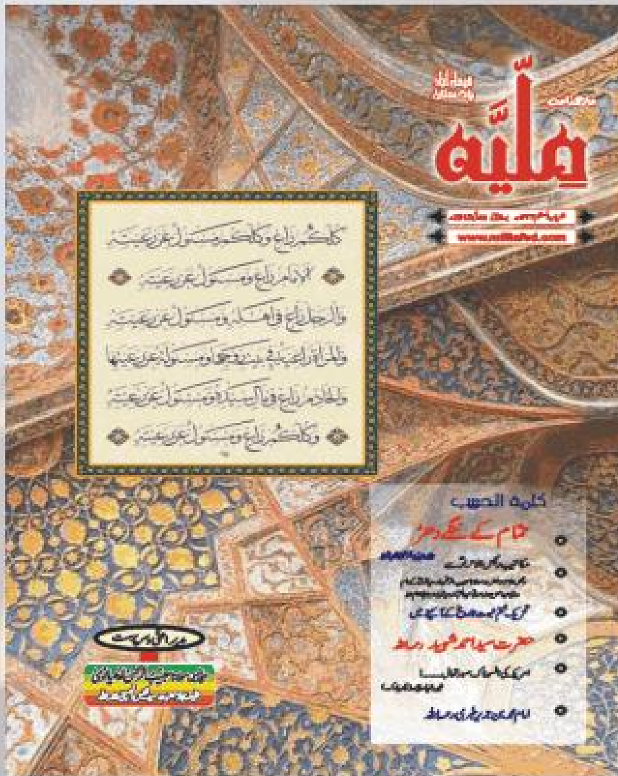
رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

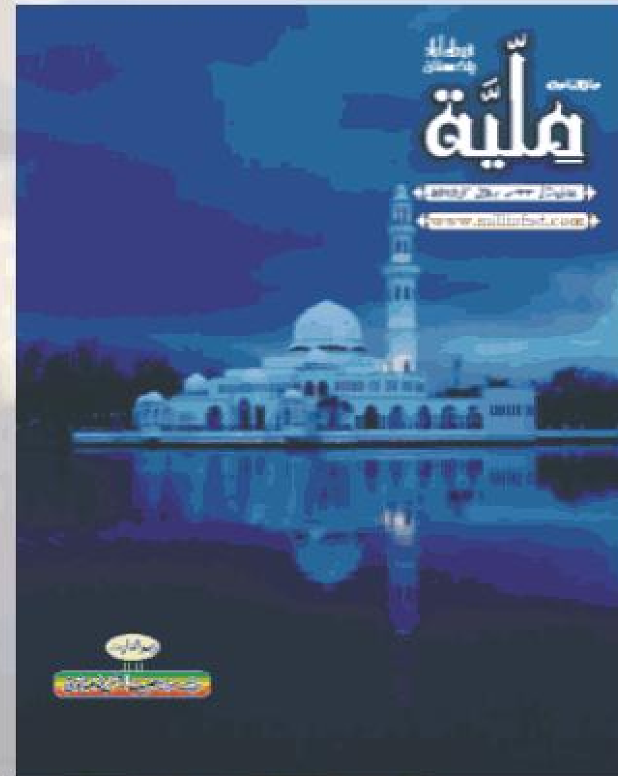
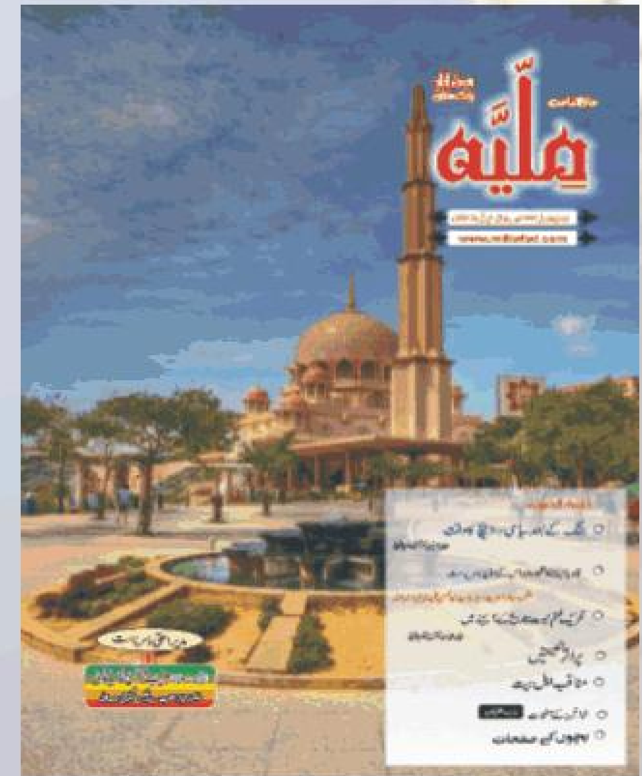
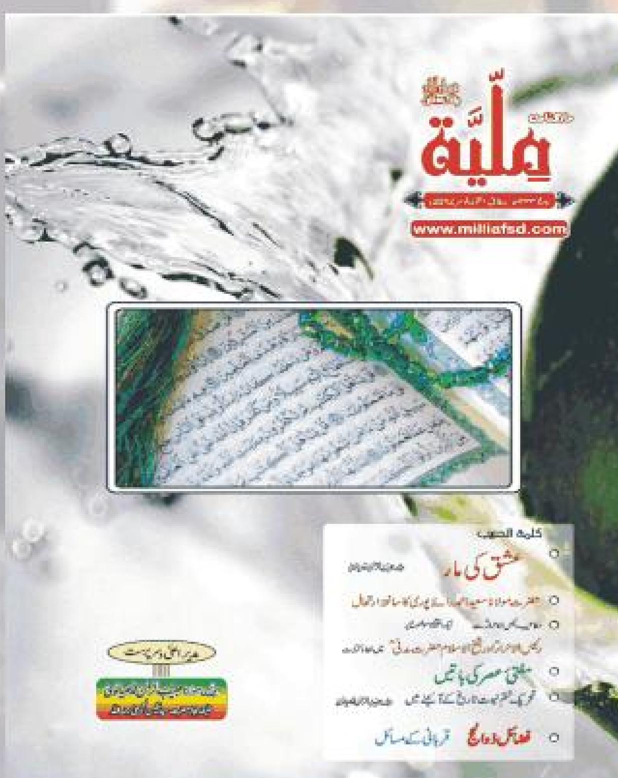
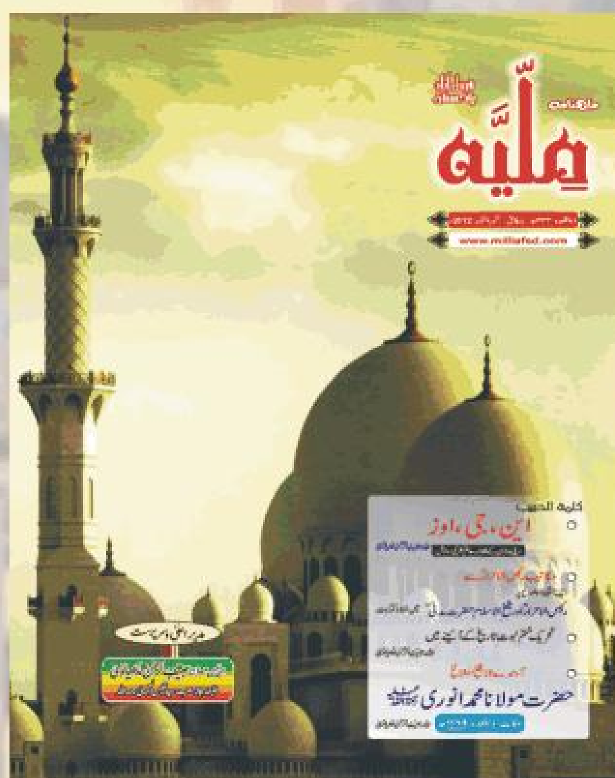
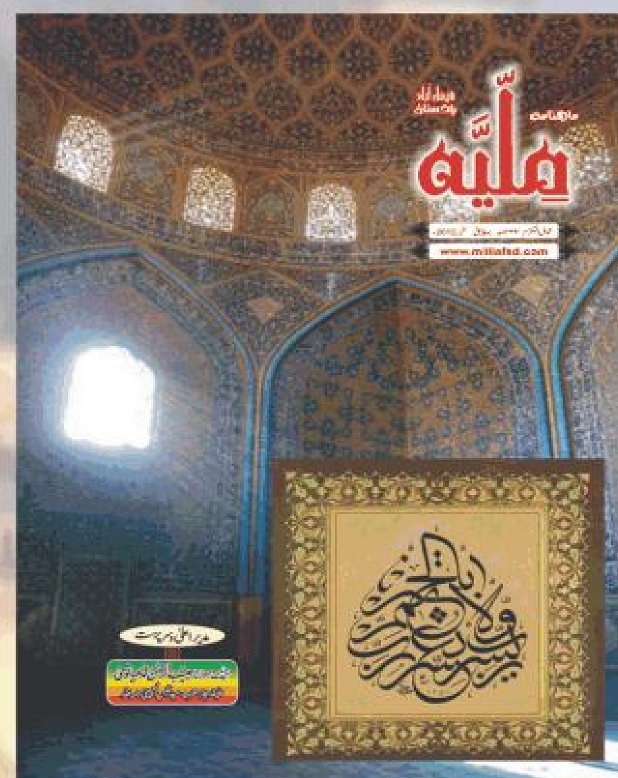
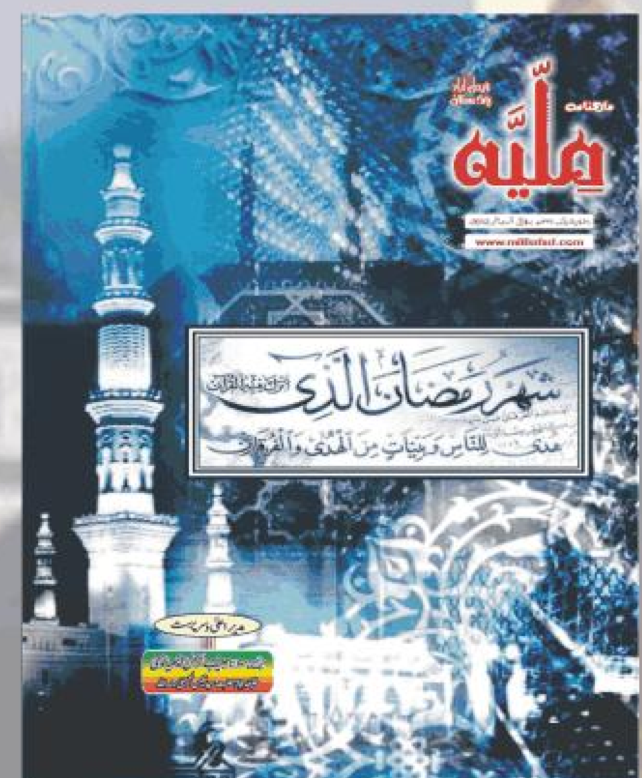
برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھجوائیں۔ یا پوسٹ کریں۔ دفتر ماہنامہ ملیہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

گزشتہ شماروں پر ایک نظر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماھنامہ ملیہ اپنی ۹ ویں جلد کا آغاز کر رہا ہے

www.milliafsd.com